جلد —— 54
شمارہ —— E-09

ستمبر
2021

ماہنامہ

# انجمن

کراچی

## قومی گزٹ

ماہنامہ
# انجمن
کراچی
قومی گزٹ

سرپرستِ اعلیٰ

محمود الٰہی فاروقی

نائب مدیر

محمد عارف

مدیر و ناظم

عبید الرحمٰن

ناشر

صبور احمد شمسی

معاون خاص: جناب اسلم صدیق سولیجہ

انچارج شعبہ اشتہارات: صبور احمد

نائب انچارج شعبہ اشتہارات: محمد نسیم شاہد

رابطہ دفتر:

انجمن پنجابی سودگران تیسری منزل ابراہیم اسٹیٹ نزد ڈیوی فری شاپ مین شاہراہِ فیصل، کراچی

Land line: 021-34537374 Cell no. : 0321-2189113

Email: apsquamigazette@gmail.com

# اس شمارے میں کیا کیا ہے؟



| نمبر شمار | عنوان | حوالہ | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|
| ۱ | سورۃ الھب کے مضامین | ذرائع ابلاغ عامہ | ۸ |
| ۲ | روشن خیالات | ذرائع ابلاغ عامہ | ۱۰ |
| ۳ | چھ اذکار | ذرائع ابلاغ عامہ | ۱۱ |
| ۴ | نظم | محمد نواز جنجوعہ جامی | ۱۵ |
| ۵ | ایک سبق ایک درس | ذرائع ابلاغ عامہ | ۱۶ |
| ۶ | یومِ دفاع ہمیں پیارا ہے پاکستان سے | ہم نیوز | ۲۰ |
| ۷ | غزل | صدام حسین | ۲۶ |
| ۸ | ماہِ صفر کی حقیقت اور تاریخ اسلام میں حیثیت | مولانا محمد امجد خان | ۲۷ |
| ۹ | حضرت حفصہ | ذرائع ابلاغ عامہ | ۲۹ |
| ۱۰ | ہارون الرشید | ذرائع ابلاغ عامہ | ۳۳ |
| ۱۱ | نظم | حامد یزدانی | ۳۹ |
| ۱۲ | دلچسپ اور عجیب | ایکسپریس نیوز | ۴۰ |
| ۱۳ | آپریشن دوارکا | خالد فاروق | ۴۱ |
| ۱۴ | ادبی تنقید اور فلسفیانہ اصطلاحات کی تاریخ | علی حیدر اعوان | ۴۴ |
| ۱۵ | رشتوں کے زخم | بلقیس ریاض | ۴۷ |
| ۱۶ | دو پرانی چیزیں | مسعود احمد برکاتی | ۴۹ |
| ۱۷ | پروین شاکر کی زندگی پر ایک نظر | رانا اعجاز حسین چوہان | ۵۱ |
| ۱۸ | حشرات الارض | قاضی مظہر الدین طارق | ۵۴ |
| ۱۹ | حقیقی تبدیلی لانے والے دس لوگ | ذرائع ابلاغ عامہ | ۵۷ |
| ۲۰ | طبِ نبوی ﷺ | ذرائع ابلاغ عامہ | ۵۹ |
| ۲۱ | جوڑوں کے درد کا علاج | ڈاکٹر سید اکرام | ۶۱ |
| ۲۲ | نظم | اکمل نوید | ۶۵ |

| نمبر شمار | عنوان | حوالہ | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- | --- |
| ۲۳ | کاش میں تیرے باورچی خانے کا ٹماٹر ہوتا | حافظ مظفر محسن | ٦٦ |
| ۲۴ | کچھ پل مسکراہٹوں کے نام | ذرائع ابلاغ عامہ | ٦٩ |
| ۲۵ | احتیاط لازم ہے | ڈاکٹر نبیل چوہدری | ۷۲ |
| ۲٦ | ایک طوفانی رات | مرزا ادیب | ۷۴ |
| ۲۷ | غزل | حیدر قریشی | ۷۹ |
| ۲۸ | شعور و آگہی | ذرائع ابلاغ عامہ | ۸۰ |
| ۲۹ | معصوم مجرم | جاوید اقبال | ۸۵ |
| ۳۰ | آدابِ گفتگو | ذرائع ابلاغ عامہ | ۹۳ |
| ۳۱ | آپ بیتی | ملک رمضان | ۹۵ |
| ۳۲ | کراچی کے کچرے میں دبی ایک امید | عفت حسن رضوی | ۹۷ |
| ۳۳ | ذریعہ تعلیم "اردو یا انگریزی" | میاں انوار الحق رامے | ۱۰۰ |
| ۳۴ | ہنسی گھر | ذرائع ابلاغ عامہ | ۱۰۴ |
| ۳۵ | بوجھو تو جانیں | ذرائع ابلاغ عامہ | ۱۰۵ |
| ۳٦ | گھریلو ٹوٹکے | ذرائع ابلاغ عامہ | ۱۰٦ |
| ۳۷ | کھانا خزانہ | ذرائع ابلاغ عامہ | ۱۰۸ |
| ۳۸ | بیت بازی | ذرائع ابلاغ عامہ | ۱۱۰ |
| ۳۹ | مسنون اذکار | ذرائع ابلاغ عامہ | ۱۱۲ |

# عہدیداران واراکین مجلس منتظمہ

## ۲۰۲۰

## انجمن پنجابی سوداگران

## اسمائے گرامی

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | جناب محمود الٰہی فاروقی صاحب | صدر |
| ۲ | جناب منصور الٰہی شمسی صاحب | نائب صدر |
| ۳ | جناب صبور احمد شمسی صاحب | جنرل سیکریٹری |
| ۴ | جناب محمد اسماعیل بزاز صاحب | جوائنٹ سیکریٹری |
| ۵ | جناب محمد اسلم صدیق سولیجہ صاحب | خازن |
| ۶ | جناب عبدالمالک شیخ صاحب | نائب خازن |
| ۷ | جناب محمد سعود الٰہی صاحب | ناظم جائیداد سب کمیٹی |
| ۸ | جناب رئیس احمد صاحب | ناظم وصولی زکوٰۃ سب کمیٹی |
| ۹ | جناب فرقان احمد شمسی صاحب | ناظم تقسیم زکوٰۃ سب کمیٹی |
| ۱۰ | جناب عبیدالرحمن صاحب | ناظم قومی گزٹ سب کمیٹی |
| ۱۱ | جناب محمد جمیل راجہ صاحب | ناظم تقریبات سب کمیٹی |
| ۱۲ | جناب سلمان جمیل چاؤلہ صاحب | ناظم ممبر سازی سب کمیٹی |
| ۱۳ | جناب فرحان اقبال صاحب | ممبر |
| ۱۴ | جناب شعیب شمسی صاحب | ممبر |
| ۱۵ | جناب محمد عارف صاحب | ممبر |
| ۱۶ | جناب کامران متین بٹلہ صاحب | ممبر |
| ۱۷ | جناب فیصل زاہد صاحب | ممبر |
| ۱۸ | جناب ذیشان منظور صاحب | ممبر |
| ۱۹ | جناب ارشد عالم صاحب | ممبر |
| ۲۰ | جناب خالد متین صاحب | ممبر |
| ۲۱ | جناب شاہد انور شمسی صاحب | ممبر |

# ماہنامہ قومی گزٹ کے خصوصی معاونین

☆جناب محمد صدیق سولیجہ صاحب (مرحوم)
☆جناب ارشد عالم شمسی صاحب
☆جناب ضیاء الرحمٰن شمسی صاحب
☆جناب شمیم صدیقی صاحب
☆محترمہ آرزو دلیل صاحبہ
☆جناب عمران شمیم صاحب
☆جناب عادل نعمان صاحب
☆جناب ریاض احمد شمسی صاحب
☆جناب محمد وثیق شمسی صاحب
☆جناب انصار فرید الدین صاحب
☆جناب حاجی احمد ذیشان صاحب
☆جناب عبید الرحمٰن صاحب لاہور والے
☆جناب خالد متین صاحب
☆ڈاکٹر نظام الحق صاحب
☆جناب محمد نسیم شاہد صاحب
☆جناب محمد ظفر سولیجہ صاحب
☆جناب صبور احمد صاحب

☆جناب محمود الٰہی فاروقی صاحب
☆جناب بدر الدین الوجیہہ صاحب
☆جناب حارث اقبال صاحب
☆جناب آفتاب احمد کلکتہ والے
☆جناب محمد ہارون صاحب ڈیفنس والے
☆جناب جمیل راجہ صاحب
☆جناب فخر احمد شمسی صاحب
☆جناب فرقان احمد ڈھاکہ والے
☆جناب پرویز منظور صاحب
☆جناب جمیل اقبال صاحب
☆جناب شاہد اقبال صاحب
☆جناب امداد احمد سولیجہ صاحب
☆جناب اسلم کتھوریہ صاحب
☆جناب عقیل احمد شمسی صاحب
☆جناب شعیب شمسی صاحب
☆جناب محمد اسماعیل صاحب
☆جناب فرحان اقبال صاحب

ادبی اور سماجی خدمات کے اس جذبے پر ہم معطی خواتین و حضرات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

# زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت اپنی برادری اور عزیز و اقارب کا خاص خیال کریں

آگے بڑھیں! اقدام لیں۔۔۔ اپنوں کو اپنائیں اپنائیت کے ساتھ۔۔۔ یہ اپنے ہی ہیں جو محروم رہ گئے

"کہہ دو کہ میرا پروردگار! اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق کی فراوانی کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے
اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو وہ اسکی جگہ اور چیز دے دیتا ہے۔ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے"

پ22، رکوع 11، آیت 39 سورۃ سبا

انجمن پنجابی سوداگران کا ادارہ 1957 سے برادری اور دیگر مستحقین کی حاجات پوری کرنے میں حسب استطاعت و حسب توفیق سرگرم عمل ہے

**بے کس گھرانوں کی ماہانہ کفالت ہو یا مجبور گھروں کی بچیوں کی شادی، نادار مریضوں کا علاج معالجہ ہو یا**

## لاچار مریضوں کی غم خواری، بنیادی تعلیم ہو یا ہونہار طلبہ طالبات کی اعلیٰ تعلیم

غرض ہر شعبے میں ادارے کے اعزازی منتظمین اخلاص نیت اور خوف خدا کے ساتھ آپ کی امانتوں کی پاسداری کرتے ہوئے شفاف طریقے سے بذریعہ کراس چیک محروم خواتین و حضرات کو اکرام کے ساتھ اور ان کی عزت نفس کو ملحوظ رکھتے ہوئے امداد کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ان مستحقین کی امداد ہمارا فرض ہے۔ زکوٰۃ ہمارے اور آپ کے اوپر فرض و قرض ہونے کے ناطے آپ ادارے کا دست و بازو بن کر شفاف طریقے سے اپنوں کی ضروریات پوری کرنے کی مہم میں ہمارا ساتھ دیجئے۔

ادارے نے اب اپنے مشن کا ہدف عطیات کے ذریعے سفید پوش ضرورتمندوں کی حاجات خصوصاً تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کی جانب مرکوز کیا ہے تاکہ آج کے لینے والے ہاتھ کل دینے والے بن جائیں۔

زکوٰۃ و عطیات کی ترسیل کے لئے۔

**اکاؤنٹ بنام**

**Acc. Title**

## کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران

**Kul Pakistan Anjuman Punjabi Suadagran**

**فیصل بینک**

اکاؤنٹ نمبر: **127-2004054-001** برائے زکوٰۃ

اکاؤنٹ نمبر: **127-2000458-001** برائے عطیات

**میزان بینک**

اکاؤنٹ نمبر: **0130-0100026365** برائے زکوٰۃ و عطیات

**رابطہ:**

## کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران (رجسٹرڈ)

تھرڈ فلور ایم ایم اسٹیٹ بلڈنگ مین شاہراہ فیصل نزد ڈیوٹی فری شاپ کراچی۔

فون نمبر: 021-34537374, 0331-2830729

# سورہ الھب کے مضامین

## مقامِ نزول:

سورۂ لَہب مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

## سورۂ لہب کا شانِ نزول:

جب نبیٔ کریم ﷺ نے کوہِ صفا پر عرب کے لوگوں کو دعوت دی تو ہر طرف سے لوگ آئے اور حضور اقدس ﷺ نے اُن سے اپنے صدق و امانت کی شہادتیں لینے کے بعد فرمایا:

''اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْد''

اس پر ابولہب نے حضور پُر نور ﷺ سے کہا تھا کہ تم تباہ ہو جاؤ کیا تم نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا، اس پر یہ سورت شریف نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ اکرم ﷺ کی طرف سے جواب دیا۔

(خازن، ابولہب، تحت الآیۃ: ۱، ۴ / ۴۲۴)

## اس سورہ مبارکہ کے شانِ نزول سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱: حضور پُر نور ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے ہیں کہ آپ ﷺ کے گستاخوں کو اللہ تعالیٰ نے خود جواب دیا بلکہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ دشمنانِ خدا کو جواب دینا سنتِ رسول ہے، اور دشمنانِ رسول کو جواب دینا سنتِ الٰہیہ ہے۔

۲: جس قسم کی بکواس کفار نے حضورِ اقدس ﷺ سے کی کہ مَعَاذَ اللہ آپ تباہ ہو جائیں، اسی قسم کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا اور خبیثوں کو اس انجام تک بھی پہنچایا، یہ بھی حضور ﷺ کی محبوبیّت کی دلیل ہے۔

۳: قرآنِ کریم نے تمام مجرموں کی سزائیں بیان فرمائیں، جن میں سب سے زیادہ سخت سزا حضور ﷺ کے گستاخ کی ہے کہ قرآنِ کریم نے اس کے متعلق کبھی فرمایا، زَنِیْمٍ یعنی ''بدکاری کی پیداوار'' اور کبھی فرمایا، اَبْتَرُ یعنی خیر سے کٹا ہوا اور محروم اور کبھی فرمایا تَبَّتْ یَدَا، تباہ ہو جائے اور کبھی فرمایا۔ ''لَنْ یَّغْفِرَ اللہُ لَھُمْ'' اللہ انہیں ہر گز نہ بخشے گا۔ یونہی جیسے انعام حضور ﷺ کے ادب اور تعظیم پر دیئے گئے، ایسے کسی اور عبادت پر نہ دیئے گئے۔

۴: بڑی شرافت، عزت و نسب والے اور مال والے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت سے ذلیل و خوار ہو گئے، تو دوسروں کا کیا پوچھنا۔

★

## سورۂ لہب کے مضامین:

اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ سیّد المرسلین ﷺ سے دشمنی رکھنے اور انہیں ایذا پہنچانے کی وجہ سے ابولہب دنیا میں ذلت ورسوائی کے ساتھ ہلاک ہوگا اور آخرت میں اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور اسی طرح اس کی بیوی بھی اس عذاب میں اس کے ساتھ ہوگی کیونکہ وہ اس دشمنی میں اس کی مددگار تھی۔

## سورۂ نصر کے ساتھ مناسبت:

سورۂ لہب کی اپنے سے ماقبل سورت ”نصر“ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ نصر میں اطاعت گزاروں کی جزاء بیان کی گئی کہ انہیں دنیا میں مدد اور فتح حاصل ہوگی اور آخرت میں عظیم ثواب ملے گا اور اس سورت میں نافرمانوں کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ دنیا و آخرت دونوں میں نقصان اٹھائیں گے۔

# روشن خیالات

**اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا**

"بار بار ایسا ہوا ہے کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے اذن سے ایک بڑے گروہ پر غالب آ گیا ہے۔
اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے"

**بانو قدسیہ**

"جس نے نبھانا ہوتا ہے وہ ہزار غلطیوں پر بھی معاف کر دیتا ہے اور کس نے نہیں نبھانا ہوتا وہ ایک غلطی کو ہی بہانا بنا کر آپ کو چھوڑ دیتا ہے"

**سعادت حسن منٹو**

"عورت رو سکتی ہے دلیلیں پیش نہیں کر سکتی اس کی سب سے بڑی دلیل اس کی آنکھ سے ڈھلکا ہوا آنسو ہے۔"

**نظر لکھنوی**

"خوشیاں کہاں نصیب ہیں غم دل میں بس رہے
جیتے ہوئے بھی جینے کو ہم تو ترس رہے

**واصف علی واصف**

"عشق والوں کی اور دل والوں کی قیامت محبوب کا جدا ہونا ہے اور دنیادار کی قیامت یہ ہے کہ پیسے ختم ہو جائیں۔"

**آسکر وائلڈ**

"تمام دلکش لوگ عیب دار ہیں یہ ان کی توجہ کا راز ہے۔"

**خلیل جبران**

"اگر کسی کو نشے میں چور دیکھو تو اپنے دل سے کہو کون جانتا ہے کہ اس نے شراب صرف
اسی لیے پی ہو کہ نشے سے زیادہ بری چیزوں سے بچ جائے۔"

# چھ اذکار

شیخ عبد الرحمن بن سعدی کہتے ہیں میں کتاب وسنت کے مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جن اذکار کے پڑھنے پر زیادہ زور دیا گیا ہے اور وصیت کی گئی ہے وہ چھ اذکار ہیں۔

چھ اذکار جو میں بیان کرنے جا رہا ہوں یہ غم، پریشانی، دکھ، تکلیف، بیماریوں اور گناہوں کے خلاف ایک بہترین اور کارگر ہتھیار ہیں۔۔۔!!!

پہلا ذکر **"رسول ﷺ پر درود"** بھیجنا

اس کا زیادہ اہتمام کرتے رہیں حتی کہ دن کے اختتام پر آپ بہت زیادہ درود پڑھنے والے ہوں

(سنن نسائی کتاب: نماز میں بھول جانے کے متعلق احکام و مسائل"، باب: نبی ﷺ پر سلام پڑھنے کی فضیلت)

حضرت سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ:

"رسول ﷺ ایک دن تشریف لائے جبکہ آپ ﷺ کے چہرے انور پر سرور جھلک رہا تھا، ہم نے کہا ہم آپ کے چہرہ اقدس پر خوشی کے آثار دیکھ رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا اے محمد ﷺ آپ کا رب اللہ تعالی فرماتا ہے کیا آپ کو یہ بات پسند نہیں کہ جو شخص بھی آپ پر درود پڑھے گا میں اس پر دس دفعہ رحمت کروں گا اور جو بھی آپ پر سلام کہے گا میں اس پر دس بار سلام نازل کروں گا۔"

---

دوسرا ذکر کثرت سے **"استغفار کرنا"**

اپنے فارغ اوقات میں اللہ کی توفیق سے استغفر اللہ کا ورد کرتے رہیں

سیدنا ابو موسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ:

"رسول اللہ ﷺ آئے ہم بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا میں نے جب بھی صبح کی اللہ تعالیٰ سے اس صبح سو مرتبہ بخشش طلب کی۔

★

-----------------------------------------------

تیسرا ذکر "**یاذالجلال والاکرام**" پڑھنا

کثرت سے یہ پڑھنا چاہیے یہ ذکر بھولی بسری سنت بنتا جارہا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے اس کی وصیت اور اس کے متعلق نصیحت فرمائی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(جامع ترمذی، کتاب: مسنون ادعیہ واذکار کے بیان میں)

"اے زندہ قائم رہنے والے اور لازم پکڑو تم یاذالجلال والاکرام کو"

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"یاذالجلال والاکرام" کو لازم پکڑو (یعنی اپنی دعاؤں میں برابر پڑھتے رہا کرو۔")

رسول اللہ ﷺ نے جو اس ذکر کے پڑھنے کا فرمایا ہے اس میں ایک عظیم راز پوشیدہ ہے۔

یاذالجلال: کے معنی بہت زیادہ بڑے جلال، کامل، بزرگی والی ہستی

والاکرام: کے معنی ہیں اور اپنے اولیاء کے لئے اکرام و تکریم کی مالک ہستی

اور اگر آپ غور فرمائیں تو معلوم ہو گا کہ آپ نے اس بلند و برتر ہستی کی تعریف بھی کی ہے اور اس سے مانگ بھی رہے ہیں، سوچیں اگر دن میں آپ یہ سینکڑوں مرتبہ پڑھتے ہیں یاذالجلال۔۔۔ضرور اللہ تعالی اس سے راضی ہو گا اور سینکڑوں دفعہ پڑھیں والاکرام

-----------------------------------------------

چوتھا ذکر **لاحول ولا قوۃ الا باللہ**

اس کلمہ کی نبی کریم ﷺ نے اپنے بہت سے صحابہ کو تاکید فرمائی ہے اور اسے جنت کا خزانہ قرار دیا ہے

اگر آپ اس ذکر پر مداومت فرمائیں: "لاحول ولا قوۃ الا باللہ"

آپ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم، اس کی عنایت، فضل محسوس کریں گے۔

قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے باپ (سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ) نے انہیں نبی اکرم ﷺ کی خدمت کرنے کے لئے آپ کے حوالے کر دیا وہ کہتے ہیں میں صلوۃ پڑھ کر بیٹھا ہی تھا کہ نبی اکرم ﷺ میرے پاس سے گزرے آپ نے

اپنے پاؤں سے (مجھے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے) ایک ٹھوکر لگائی پھر فرمایا: "کیا میں تمہیں جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ نہ بتادوں، میں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ ضرور بتایئے،

آپ ﷺ نے فرمایا: وہ 'لا حول ولا قوۃ الا باللہ " ہے۔

(سنن ترمذی)

---------------------------------------------

**پانچواں ذکر لا الہ الا اللہ انت سبحانک انی کنت من ظالمین**

یہ اللہ کے نبی سیدنا یونس علیہ السلام کی دعا ہے

"لا الہ اللہ انت سبحانک انی کنت من الظالمین"

یہ ذکر غم وفکر کو بھگانے اور خوشیاں اور مسرت سے سمیٹنے کا سبب ہے۔

(سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ذوالنون (یونس علیہ السلام) کی دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے دوران کی تھی وہ یہ تھی:

**"لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین"** یہ ایسی دعا ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان شخص اسے پڑھ کر دعا کرے گا تو اللہ تعالی اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

سنن ترمذی

---------------------------------------------

**چھٹا ذکر سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر**

(سنن ابن ماجہ: کتاب اخلاق و آداب سے متعلق احکام و مسائل، باب: اللہ کی تسبیحات پڑھنے کا ثواب)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم لوگ اللہ کی عظمت کا جو ذکر کرتے ہو یعنی، تسبیح "سبحان اللہ"، تہلیل "لا الہ الا اللہ" اور تمہید "الحمد اللہ" کے الفاظ کہتے ہو،

وہ عرش کے ارد گرد چکر لگاتے ہیں۔

★

ان کی ایسی بھنبھناہٹ ہوتی ہے جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔ وہ اپنے کہنے والے کا (اللہ کے دربار میں) ذکر کرتے ہیں اور کیا تم نہیں چاہتے کہ (اللہ کے دربار میں تمہارا ذکر ہوتا رہے۔)

ان اذکار سے سبق، فائدہ اور ثمرات سمیٹنے کے لیے انہیں تدبر، تکرار، کثرت اور عاجزی کے ساتھ پڑھئے

جس قدر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے، اسی حساب سے اللہ تعالی کی محبت کا حصول ممکن ہو گا

جس قدر دعا میں عاجزی اور انکساری ہو گی اسی لحاظ سے وہ اللہ تعالی کے قبولیت کا درجہ پائے گی۔

اللہ تعالی ہمیں ان اذکار کو روزانہ کثرت سے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین ثم آمین

# نظم

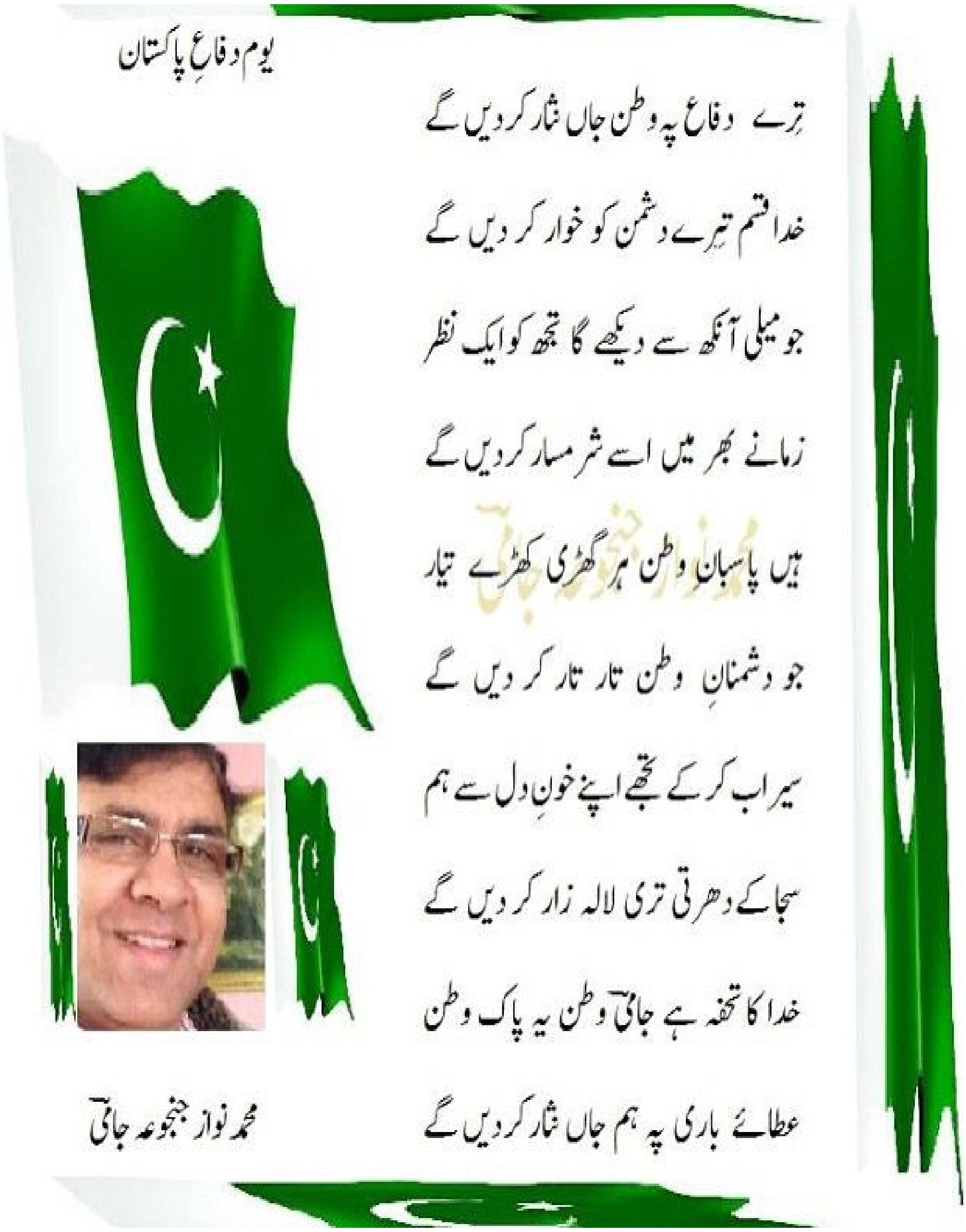

## یومِ دفاعِ پاکستان

ترے دفاع پہ وطن جاں نثار کر دیں گے
خدا قسم تیرے دشمن کو خوار کر دیں گے
جو میلی آنکھ سے دیکھے گا تجھ کو ایک نظر
زمانے بھر میں اسے شرمسار کر دیں گے
ہیں پاسبانِ وطن ہر گھڑی کھڑے تیار
جو دشمنانِ وطن تار تار کر دیں گے
سیراب کر کے تجھے اپنے خونِ دل سے ہم
سجا کے دھرتی تری لالہ زار کر دیں گے
خدا کا تحفہ ہے جامیؔ وطن یہ پاک وطن
عطائے باری پہ ہم جاں نثار کر دیں گے

محمد نواز جنجوعہ جامیؔ

# ایک سبق ایک درس

دروازے پر زور زور سے دستک ہوئی، بوڑھے شخص نے دروازہ کھولا تو ہمسائے اور اہل محلہ سارے اکٹھے تھے، تیور تو غصے والے تھے جنہیں دیکھ کر گھر سے بر آمد ہونے والے بزرگ تھوڑا سا پریشان ہوئے، اور پوچھا کیا بات ہے سب خیریت ہے نا؟
خیریت کہاں ہے بھائی تمھارا لڑکا آئے روز ہمارے گھر کی دیواروں پر کوئلے سے پتا نہیں کیا نقش و نگار بناتا رہتا ہے، ساری دیواریں اس نے کالی کر رکھی ہیں، تم اپنے لاڈلے کو منع کیوں نہیں کرتے؟
اسے سمجھاؤ ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔"

بڑے میاں نے وقتی طور پر اہل محلہ کو سمجھا بجھا کر بھیج تو دیا، لیکن وہ اس شکایت سے قدرے نالاں بھی تھے، بیٹے کو سمجھایا "یار باز آجا کیوں تو لوگوں کو تنگ کرتا ہے، اپنی پڑھائی پر دھیان دے اور آئندہ شکایت کا موقع نہ دینا "
بیٹے نے سر جھکا کر سن تو لیا، لیکن وہ باز رہنے والا کہاں تھا۔ یہ آڑھی ترچھی لکیریں تو اس کا شوق تھا اور شوق سے لاتعلقی کون اختیار کر سکتا ہے۔
پھر اس لڑکے نے باپ کا مان رکھتے ہوئے دیواروں کو کالا کرنا ترک تو کر دیا لیکن دیواروں کے علاوہ جو بھی خالی جگہ ملتی وہاں وہ چاک یا کوئلے سے کچھ نہ کچھ بناتا رہتا، یوں یہ شوق پروان چڑھتا رہا، اسکول میں اساتذہ کی غیر موجودگی میں تختہ سیاہ پر چاک کی مدد سے وہ اپنے شوق کی تکمیل کرتا رہتا، کبھی ڈانٹ اور کبھی حوصلہ افزائی دونوں برابر ملتے رہے .
وقت گزرتا رہا، اسکول میں منعقدہ خطاطی اور خوش نویسی کے مقابلوں میں حصہ لینا شروع کر دیا، جو بھی لکھا ہوا، یا بنا ہوا نمونہ دیکھتا اسے ہو بہو چاک کی مدد سے بنا لیتا تھا۔
خوش نویسی کے قواعد یا خطوں کی پہچان تو اسے بالکل بھی نہیں تھی لیکن جیسا بھی مشکل سے مشکل خط ہو تا وہ اسے کاغذ پر اتار لیتا، کوئی پوچھتا کہ یہ کون سا خط ہے یا کون سا اسٹائل ہے تو وہ بتا نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کے پاس باقاعدہ تعلیم تو نہیں تھی نہ ہی پہچان تھی۔ کلاس میں سب سے پہلے آتا، چاک سے تختہ سیاہ پر اپنی مشق کرتا رہتا، باقی ہم جماعتوں اور اساتذہ کے آنے سے پہلے وہ ٹھیک ٹھاک مشق کر لیتا اور اگر کبھی کبھار کوئی استاد دیکھ لیتا تو حیران رہ جاتا کہ نو عمر اور نو آموز بچے کا اتنا عمدہ خوش خط۔ آہستہ آہستہ اس کی مشق میں پختگی تو آ گئی لیکن باقاعدہ راہنمائی سے محروم ہی رہا، اسکول میں کوئی خطاطی کا استاد نہیں تھا اور آرٹ یا ڈرائنگ کا استاد اسے تھوڑا بہت سکھا تو دیتا تھا لیکن وہ لڑکا ان استادوں سے زیادہ بہتر لکھ لیتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے مقابلے جیتتا رہا،

★

محلے میں بھی بینر اور اشتہار لکھنے والے کی حیثیت سے پہچان بنوالی۔ اسی دوران میٹرک کرلی اور آگے تعلیم جاری رکھنا مشکل ہو گیا تو اسکول جانا چھوڑ دیا۔

برش اور رنگ لیتا اور گلیوں محلوں میں نکل جاتا لوگوں کی دکانوں پر نام لکھتا، بینر لکھتا اور چند پیسے کماتا، اس کام سے اسے تسکین نہیں مل رہی تھی وہ اس کام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانا چاہتا تھا لیکن اسے کوئی راہ نہیں مل رہی تھی۔ اسکول جب چھوڑ دیا تو وقت کی فراوانی بھی ہو گئی اور کام میں روانی بھی ہو گئی۔

ایک دن اسے کہیں سے ایک کتاب مل گئی جس کا نام تھا، خوشخطی سیکھیں۔ اس کتاب میں اردو اور عربی کے خطوں کے متعلق معلومات تھیں جیسے برش، قلم اور رنگوں کی بنیادی معلومات۔ اس نے وہ کتاب حفظ کرلی اور خطوں کی شکلیں یاد کر کے ان کی مشق شروع کر دی۔ ایک دن وہ بڑی کتابوں کی دوکان میں گیا اور وہاں سے اپنے کام کے متعلق کسی کتاب کا پوچھا، اسے کوئی خاص کتاب تو نہ ملی مگر عربی رسم الخط کے متعلق اسے ایک چھوٹا سا کتابچہ مل گیا اس نے وہی خرید لیا۔ اب عربی تو وہ پڑھ نہیں سکتا تھا لیکن عربی خطوں کی شکلیں اسے پتا چل گئیں،

چھوٹے چھوٹے کام کرتے ہوئے وہ بڑی کمپنیوں اور اداروں کے کام کرنے لگا۔

ایک دفعہ کراچی کی ایک مصروف شاہراہ پر وہ یونہی تاج کمپنی کا سائن بورڈ لکھنے میں مصروف تھا کہ ایک بڑی گاڑی اس بورڈ کے نیچے آکر رک گئی اور گاڑی میں بیٹھے شخص نے اسے نیچے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ نیچے آیا تو دیکھا اس سے مخاطب ایک عربی شخص ہے اور عربی زبان سے تو وہ ناواقف تھا، اس بڑی گاڑی کے پیچھے ایک چھوٹی گاڑی بھی آکر رکی اس میں عربی شخص کے جاننے والے پاکستانی افراد تھے۔ وہ نیچے اترے اور اس لڑکے سے کہنے لگے کہ شیخ چاہتا ہے کہ تم اس کے ساتھ سعودی عرب چلو اور وہاں جاکر اس کے لیے خطاطی کا کام کرو۔ لڑکا کہنے لگا مجھے تو عربی بولنا اور لکھنا آتی ہی نہیں میں کیسے یہ کام کروں گا، تو اس عربی شخص نے بتایا کہ تم جس خط میں یہ بینر لکھ رہے ہو یہ عرب کا مشہور خط ہے اور اسے ہر کوئی لکھ بھی نہیں سکتا۔ تم تو اسے کمال مہارت سے لکھ رہے ہو اور کہتے ہو میں جانتا بھی نہیں۔

وہ عربی سعودی سفیر کا دوست تھا اور پاکستان سے ہنر مند افراد کو لینے آیا تھا، اسے پاکستانی خطاط لڑکے کا کام پسند آگیا اور اسے ساتھ چلنے کا کہا۔ یوں گھر سے اجازت لے کر اس نے پاسپورٹ بنوا کر شیخ کے حوالے کیا اور چند دنوں بعد وہ سعودی شہر ریاض میں بیٹھا بینر لکھ رہا تھا۔ جب کام کرتے ہوئے کافی سال گزر گئے تو سعودیہ میں رہنے سے ایک تو اس نے عربی زبان میں مہارت حاصل کرلی دوسرا تمام عربی خط اور رسم الخط میں وہ تقریباً کمال کے درجے تک جا پہنچا۔ اس کا کفیل اچھا آدمی تھا اور اس پاکستانی خطاط کی بے پناہ عزت بھی کرتا تھا، وہ اپنے کفیل سے اجازت لے کر کئی بار عمرہ اور زیارتیں وغیرہ بھی کر آیا۔

★

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ کے اندر نماز ادا کرتے ہوئے اس کے دل میں خواہش نے جنم لیا کہ کاش مجھے موقع ملے اور مسجد نبوی ﷺ کے اندر اپنے ہاتھ سے ایک تختی پر ایسی خطاطی کروں کہ دنیا حیران رہ جائے. یہ خواہش لے کر وہ وہاں سے ریاض آ گیا، کام کاج کرتا رہا، وقت گزرتا رہا لیکن خواہش برابر پروان چڑھتی رہی۔

ایک بار اس نے کہیں سے سنا کہ مدینہ منورہ میں اعلان ہوا کہ دنیا بھر سے خطاط حضرات کو دعوت ہے کہ وہ ایک مقررہ تاریخ پر ایک مخصوص رسم الخط میں ایک مخصوص عبارت لکھ کر جمع کروائیں جو خطاط اس مقابلے میں پہلی پوزیشن حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اسے مسجد نبوی ﷺ کا خطاط مقرر کیا جائے گا۔ اسے لگا جیسے اس کی خواہش پوری ہونے کا وقت آ گیا ہے، وہ وہاں گیا تو دیکھا وہاں دنیا بھر سے ایسے ایسے خطاط اپنا کام لے کر آئے تھے کہ ان سب کے سامنے اس کی حیثیت کچھ بھی نہیں تھی۔ وہ گیا اور اپنا کام پیش کرنے کی خواہش کی لیکن کسی نے بھی اسے سنجیدہ نہ لیا، نہ تو وہ معروف تھا اور نہ ہی اس کا کوئی کام ایسا تھا جو مشہور ہو، اور اوپر سے وہ کتابت کی جگہ سائن بورڈ اور بینر لکھنے والا اور پھر اہل زبان بھی نہیں، اور یوں اسے حصہ نہ لینے دیا گیا اور وہ مایوس ریاض لوٹ آیا۔ مقابلے کے اختتام کا وقت قریب تھا اور اس کی ایک بھی نہیں چل رہی تھی، تقریباً اس نے دل چھوڑ ہی دیا تھا کہ اس کی دکان پر ایک عربی آیا اس نے کہا مجھے فلاں سائز کی تختی خط ثلث میں چاہیے، اس نے لکھ دی تو وہ حیران رہ گیا کہ اتنے چند ریالوں میں اتنا بہترین کام تو کوئی بھی نہیں کرتا۔ اس نے کہا تم میرے ساتھ چلو اور میرے لیے کام کرو وہاں معاوضہ دگنا ملے گا۔ اس لڑکے نے انکار کر دیا تو وہ عربی کہنے لگا میں ایک دکان مدینہ منورہ میں کھولنا چاہ رہا ہوں اگر کوئی دوسرا خطاط ہوا تو بتانا۔ جب اس لڑکے نے مدینہ منورہ کا نام سنا تو کہا مجھے لے چلو میں وہاں کام کروں گا۔ اسے ایک امید لگ گئی کہ شاید میرا وسیلہ بن جائے۔

یوں وہ کسی نہ کسی طرح پہلے مہربان کفیل کو تقریباً ناراض ہی کر کے مدینہ منورہ چلا گیا۔ مقابلے کے اختتام کا وقت قریب تھا اور نئے کفیل کے ساتھ کام کاج بہت زیادہ تھا، دکان چھوڑ کر نکلنا بڑا مشکل تھا۔ نیا کفیل اس کے کام سے حد درجہ خوش تھا، اس جیسا کام تو سعودیہ میں کوئی دوسرا کرنے والا تھا ہی نہیں۔ کفیل تو یوں تھا جیسے اس کا مرید ہو گیا ہو، اسے بہترین کھانے کھلاتا، جب بھی ملتا تو ہاتھ اور ماتھا چومتا، غرض بڑی آؤ بھگت کرتا۔ اس نے ایک دن کفیل سے اپنا مدعا بیان کیا کہ میں مسجد نبوی ﷺ میں خطاطی کے مقابلے میں حصہ لینا چاہتا ہوں میری کچھ مدد کر دو۔ کفیل نے اس کی بات مان لی اور اپنے جاننے والوں سے کہہ کہلوا کر اسے کسی طرح اس مقابلے تک لے ہی گیا، بڑی مشکل سے اس کا نام رجسٹر ہوا اور اسے مقابلے کے لیے بطورِ نمونہ پہلے ایک عبارت لکھوائی گئی پھر اسے شریک کیا گیا۔ یوں اس کی لکھی ہوئی تختی اور وہ اس مقابلے میں شریک ہو گئے۔

مقابلہ ختم ہوا اور نتائج کے اعلان کا دن تھا، دنیا بھر سے ماہر اساتذہ کے درمیان اس کا کام کیا حیثیت رکھتا تھا، بہر حال مقابلے کے نتیجے کا اعلان ہوا اور خلاف توقع وہ دنیا بھر کے ماہر خطاطوں کو پچھاڑ کر اوّل انعام کا حقدار ٹھہرا، امام الحرم اور جیوری نے جب اس خطاط کا نام اور ملک پوچھا تو کہنے لگا:

"شفیق الزمان، پاکستان سے"

پورے مجمعے پر خاموشی چھاگئی اور پورے عرب کے خطاط ایک دفعہ حیران رہ گئے کہ اجنبی نام اور غیر عرب کیسے اہل عرب سے جیت گیا، اور وہ شخص جیتا جسے مقابلے میں شریک ہی نہیں ہونے دیا جارہا تھا۔

یوں جناب محترم شفیق الزمان کی خوش نصیبی اور سعادت کہ کہاں ایک تختی لگانے کی خواہش اور کہاں درو دیوار منور کرنے کے لیے مسجد نبوی ﷺ کا خطاط مقرر کیا گیا۔ آہستہ آہستہ وہ وہاں کے تمام خطاطوں کے استاد بن گئے۔ آج سعودی عرب میں نصف صدی کے لگ بھگ عرصہ گزارنے کے بعد مسجد نبوی ﷺ کے در دیوار پر پچاسی فیصد کام شفیق الزماں کے ہاتھوں کا لکھا ہوا ہے، حتیٰ کہ جس دروازے (باب سلام) سے داخل ہو کر اور جس مقام پر پہنچ کر سارا عالم اسلام روضۂ اقدس ﷺ پر حاضری اور سلام کی سعادت حاصل کرتا ہے ان تمام جگہوں کو شفیق الزمان کے قلم اور برش نے مزین کرر کھا ہے۔ ایک عجمی کا خطاط المسجد النبوی ﷺ پانا ایک معجزہ اور ایک سعادت سے کم نہیں۔ آج حرم مکی کے امام، حرم مدنی کے خطاط سے ملنے میں سعادت اور فخر سمجھتے ہیں اور حرمین الشریفین کے تمام خطاطی کے کاموں کے لئے شفیق الزمان سے مشاورت کی جاتی ہے۔

# یومِ دفاع ”ہمیں پیار ہے پاکستان سے“

چھ ستمبر یومِ دفاعِ پاکستان کا دن ہمیں اُن شہداء کی یاد دلاتا ہے جو 53 سال قبل دشمن کے بزدلانہ حملے کو شجاعت اور جواں مردی سے ناکام بناتے ہوئے اپنی جانیں اس مادرِ وطن پر نثار کر گئے تھے۔

یہ اُن شہداء کی قربانیوں کا ہی نتیجہ ہے کہ آج ہم آزاد فضا میں سانس لے رہے ہیں جنھوں نے 1965 اور دیگر جنگوں میں آزادی کے چراغ کو روشن رکھنے کے لیے اپنے خون کا نظرانہ پیش کیا۔

چھ ستمبر 1965 کی شب بھارتی فوج جنگ کا اعلان کیے بغیر بین الاقوامی بارڈر لائن پار کرتے ہوئے پاکستان میں داخل ہوئی۔ بھارتی جرنیلوں کا منصوبہ تھا کہ چھ ستمبر کی صبح لاہور کی سڑکوں پر بھارتی ٹینک اس وقت کے وزیرِ اعظم لال بہادر شاستری کو سلامی دیں گے اور شام کو لاہور جیم خانہ میں کاک ٹیل پارٹی کے دوران بیرونی دنیا کو خبر دیں گے کہ اسلام کا قلعہ سمجھی جانے والی ریاست پر کفار کا قبضہ ہو چکا ہے لیکن بھارت کے ارادوں اور منصوبوں پر اس وقت پانی پھر گیا جب ان کی افواج کو مختلف محاذوں پر شکست اور پسپائی کی خبریں ملنے لگیں۔

چونڈہ: بھارتی ٹینکوں کا قبرستان

جنگوں کی تاریخ میں جنگِ عظیم دوئم کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی لڑائی سیالکوٹ کے علاقے چونڈہ کے مقام پر لڑی گئی جہاں طاقت کے نشے میں چور بھارتی فوج چھ سو ٹینک لے کر پاکستان میں داخل ہو گئی تھی۔ پاکستان فوج کی زبردست جوابی کارروائی نے دشمن کے 45 ٹینک تباہ کر دیے اور کئی ٹینک قبضے میں لے لیے تھے۔ اسی طرح پانچ فیلڈ گنیں قبضہ میں لے کر بہت سارے فوجی قیدی بھی بنائے گئے۔ جنگ کا پانسہ پلٹتا دیکھ کر بھارتی فوجی حواس باختہ ہو گئے اور ٹینک چھوڑ کر فرار ہونے لگے تو پاک فوج نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمن کے علاقے میں کئی چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔ اسی لیے چونڈہ کے مقام کو بھارتی ٹینکوں کیلئے ٹینکوں کا قبرستان کہا جاتا ہے۔

### لاہور کے محاذ:

لاہور میں پاک فوج کی 150 سپاہیوں کی ایک کمپنی نے 12 گھنٹے تک ہندوستان کی ڈیڑھ ہزار فوج کو روکے رکھا اور ہماری پچھلی فوج کو دفاع مضبوط کرنے کا بھرپور موقع فراہم کیا۔

لاہور میں کے ایک اور جنگی محاذ پر میجر عزیز بھٹی پہرا دے رہے تھے۔ وہ اس وقت لاہور سیکٹر کے علاقے برکی میں کمپنی کمانڈر تعینات تھے۔ میجر عزیز مسلسل پانچ دن تک بھارتی ٹینکوں کے سامنے سیسہ پلائی دیوار کی طرح ڈٹے رہے اور بالآخر 12 ستمبر 1965 کو بھارتی ٹینک کا گولہ چھاتی پر کھایا اور جامِ شہادت نوش کر گئے۔

جنگِ ستمبر کے دوران بھارتی فوج نے 17 دن میں 13 حملے کئے۔ ان کی افواج تعداد اور جنگی ساز و سامان کے حوالے سے کئی گناہ طاقتور تھی جبکہ پاکستانی فوج تعداد اور تیاری کے حساب سے بھارت سے بہت کم تھی لیکن پاکستانی جوانوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر مسلسل 17 دن تک دشمن کو لاہور میں داخل ہونے سے روکے رکھا اور ان کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

وطن کے ان بہادر سپوتوں میں کچھ کے کارنامے تو ایسی لازوال داستانیں ہیں کہ جنہیں رہتی دنیا تک جرات و بہادری کی جاوید اں مثالوں کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ ایسے جرات مند شہیدوں کی قربانیوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے انہیں ملک کے سب سے عظیم فوجی اعزاز "نشان حیدر" سے نوازا گیا۔

## نشان حیدر کیا ہے؟

نشانِ حیدر پاکستان کا سب سے بڑا فوجی اعزاز ہے۔ اس اعزاز کو شجاعت و بہادری کے پیکر، حیدر کرار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ یہ نشان صرف ان فوجی جوانوں کو نصیب ہوتا ہے جنہوں نے وطن کے لیے انتہائی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ ان میں میجر طفیل نے سب سے بڑی عمر یعنی 44 سال میں شہادت پانے کے بعد نشان حیدر حاصل کیا، نشان حیدر پانے والے باقی شہداء کی عمریں 40 سال سے بھی کم تھیں۔ سب سے کم عمر نشان حیدر حاصل کرنے والے راشد منہاس تھے جنہوں نے 20 سال 6 ماہ کی عمر میں شہادت پر نشان حیدر اپنے نام کیا۔

اس اعلیٰ ترین فوجی اعزاز کے بارے میں ایک دلچسپ حقیقت جو بہت کم لوگ جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ نشان حیدر جنگوں کے دوران دشمن افواج سے چھینے گئے اسلحہ کی دھات سے بنایا جاتا ہے۔ اب تک بری فوج کے حصہ میں 9 جبکہ پاک فضائیہ کے حصے میں ایک نشان حیدر آیا ہے جن کے نام اور کارنامے باختصار درج ذیل ہیں۔

## کیپٹن راجہ محمد سرور شہید

راجہ محمد سرور 10 نومبر 1910 کو موضع سنگوری تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ آپ 1929 میں بلوچ رجمنٹ میں ایک سپاہی کی حیثیت سے بھرتی ہوئے اور ترقی پاتے ہوئے یکم فروری 1947 میں رائل انڈین آرمی میں کیپٹن کے عہدے تک پہنچے۔ بٹوارے کے وقت پاک فوج کو توقیت دی اور پاکستان آ گئے۔

جولائی 1948 میں دشمن کے خلاف محاذِ جنگ پر پہنچے تو اوڑی کے مقام پر ایک پہاڑی دشمن کے قبضے میں تھی۔ بلندی پر ہونے کے سبب دشمن پاک فوج کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا سکتا تھا لہٰذا اس چوٹی پر قبضہ کرنا کسی چیلنج سے کم نہ تھا۔ اس جان

لیوا کام کا بیڑہ محمد سرور شہید نے اٹھایا اور 27 جولائی 1948ء کی رات کو اپنے جوانوں کے ساتھ ٹارگٹ کی طرف بڑھے۔ جو ہر سمت سے گولے اور گولیاں برسا رہا تھا اور محمد سرور شہید کی قیادت میں مٹھی بھر سپاہی سر پر کفن باندھے دشمن مورچوں کی طرف بڑھے۔ اس دوران کئی جوانوں نے موت کو گلے لگایا۔ ایسے میں ایک گولی محمد سرور کا دایاں بازو چیرتے ہوئے نکل گئی۔ وہ گولیوں کی بوچھاڑ میں آگے بڑھتے رہے ان کے زخموں سے خون جاری تھا۔ آخر وہ اس مورچے تک جا پہنچے جہاں سے گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ وہ باڑ کاٹنے لگے۔ آخری تار کٹنے کو تھی کہ دشمن کی فائرنگ نے محمد سرور شہید کا سینہ چھلنی کر دیا۔

## میجر طفیل محمد شہید

میجر طفیل محمد 1914 میں ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے 1943 میں پنجاب رجمنٹ میں شمولیت اختیار کی اور 1958 میں ترقی پا کر کمپنی کمانڈر کی حیثیت سے ایسٹ پاکستان رائفلز میں تعینات ہوئے، اس وقت مشرقی پاکستان میں حالات قابو سے باہر ہو رہے تھے۔ میجر طفیل کو لکشمی پور میں مورچہ بند بھارتی دستوں کے خلاف کارروائی کا مشن سونپا گیا۔ آپ نے سات اگست 1958ء کو جرات و بہادری کی ایک تاریخ رقم کرتے ہوئے علاقے سے بھارتی مورچوں کا صفایا کر دیا، اپنی شجاعت سے دشمن دستوں میں اس قدر خوف طاری کر دیا کہ بھارتی فوجی لاشیں چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ اس دوبدو جنگ میں میجر طفیل محمد بھی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہو گئے، انہیں پاکستان کا اعلیٰ ترین فوجی اعزاز نشان حیدر عطا کیا گیا۔

## میجر راجہ عزیز بھٹی شہید:

جب دشمن لاہور پر حملہ آور ہوا تو اس وقت میجر عزیز بھٹی لاہور سیکٹر کے علاقے برکی میں کمپنی کمانڈر تعینات تھے۔ میجر عزیز مسلسل پانچ دن تک بھارتی ٹینکوں کے سامنے سیسہ پلائی دیوار کی طرح ڈٹے رہے، 12 ستمبر 1965 کو بھارتی ٹینک کا گولہ چھاتی پر کھایا اور جام شہادت نوش کیا۔

## میجر محمد اکرم شہید

میجر محمد اکرم چار اپریل 1938ء کو ڈنگہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے، انہوں نے 1963ء میں فرنٹیئر فورس رجمنٹ میں بطور کمیشن آفیسر چارج سنبھالا۔ 1965 کی جنگ شروع ہوئی تو میجر اکرم اس وقت بطور کپتان شہر لاہور کی حفاظت پر مامور تھے۔ انہوں نے قلیل تعداد سپاہیوں کے ساتھ بھارتی فوج کے خلاف کامیاب کارروائیاں کیں اور دشمن کو پیش قدمی سے روکے رکھا، آپ کو 1969 میں کیپٹن سے میجر کے عہدے پر ترقی دی گئی۔

1971ء کی پاک بھارت جنگ میں مشرقی پاکستان کے علاقے ہلی کے محاذ پر میجر محمد اکرم نے اپنی فرنٹیئر فورس کی کمانڈ میں مسلسل پانچ دن اور پانچ راتیں اپنے سے کئی گنا زیادہ بھارتی فوج کی پیش قدمی روک کر دشمن کے اوسان خطا کر دیے۔ ہلی کے محاذ پر میجر اکرم کی جرات و بہادری نے ایسا رنگ جمایا کہ دشمن بھی داد دیے بغیر نہ رہ سکا، دشمن کو بھاری جانی نقصان پہنچانے پر میجر اکرم کو "ہیرو آف ہلی" کے نام سے شہرت ملی۔ آپ نے دشمن کے خلاف بہادری سے لڑتے ہوئے پانچ دسمبر 1971 کو جام شہادت نوش کیا۔ دشمن کے خلاف اس شاندار مزاحمت کے اعتراف میں انہیں اعلیٰ ترین فوجی اعزاز نشان حیدر عطا کیا گیا۔

## پائلٹ آفیسر راشد منہاس شہید

پاک فضائیہ کے جانباز پائلٹ راشد منہاس 17 فروری 1951 کو کراچی میں پیدا ہوئے، مارچ 1971 میں راشد منہاس نے پاک فضائیہ میں بطور کمیشن جی ڈی پائلٹ شمولیت اختیار کی اور اگست 1971ء کو پائلٹ آفیسر کے عہدے پر ترقی پائی۔

20 اگست 1971ء کو وہ اپنی پہلی سولو فلائٹ پر روانہ ہو رہے تھے کہ اچانک ان کے انسٹرکٹر مطیع الرحمان طیارے کو رن وے پر روک کر سوار ہو گئے اور جہاز کا رخ دشمن ملک بھارت کی جانب موڑ دیا۔ وہ بھارتی فوج کی جانب سے پلانٹڈ جاسوس تھا اور طیارے ک دشمن ملک میں اتارنا چاہتا تھا۔ راشد منہاس نے بروقت حاضر دماغی اور بہادری سے کام لیتے ہوئے جہاز کا رخ زمین کی جانب موڑ دیا۔ جہاز تباہ ہونے سے راشد منہاس نے دشمن کے عزائم کو خاک میں ملاتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ وہ شہادت کا رتبہ حاصل کرنے والے پاک فضائیہ کے پہلے اور نشان حیدر پانے والے اب تک اکیلے افسر ہیں۔

## میجر شبیر شریف شہید

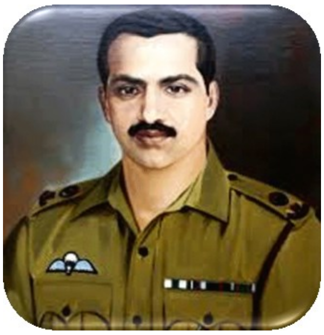

میجر شبیر شہید سابق آرمی چیف جنرل راحیل شریف کے بڑے بھائی اور میجر عزیز بھٹی شہید کے بھانجے تھے۔ آپ 28 اپریل 1943ء کو گجرات کے علاقہ کنجاہ میں پیدا ہوئے۔ آپ اپریل 1964ء میں فوج میں شامل ہوئے۔ 1971 کی جنگ کے موقع پر آپ بطور کمپنی کمانڈر فرنٹیر فورس رجمنٹ سلیمانکی کے محاذ پر تعینات تھے۔ اس دوران انہوں نے دشمن فوجیوں اور ٹینکوں کو بھاری نقصان پہنچایا اور 6 دسمبر 1971ء کو ملک و قوم کیلئے اپنی جان کا نظرانہ پیش کیا، شہادت کے وقت آپ کی عمر محض 28 برس تھی ان کی ہمت اور بہادری کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے انہیں سب سے اعلیٰ فوجی اعزاز نشان حیدر سے نوازا۔

## جوان سوار محمد حسین شہید

جوان سوار محمد حسین شہید 18 جون 1948 کے دن ڈھوک پیر بخش میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی اور میٹرک کا امتحان دیوی ہائی اسکول سے دیا لیکن ایک مضمون میں فیل ہوگئے۔ اسی دوران 1965 کی جنگ چھڑ گئی اور آپ نے عام بھرتی کے اعلان پر لبیک کہتے ہوئے پاک فوج میں شمولیت اختیار کی۔

1971 کی جنگ میں وہ اپنی یونٹ کے ساتھ ہرڑ کے مقام پر تعینات تھے، فوج میں اگرچہ وہ ڈرائیور تھے لیکن انہوں نے یونٹ کے ہر کام کو خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ سوار محمد حسین شہید پانچ دسمبر 1971ء کو ظفروال (شکر گڑھ) کے محاذ پر دشمن کی گولہ باری کی پرواہ کیے بغیر خندق میں موجود اپنے ساتھیوں کو گولہ بارود پہنچاتے رہے اور پھر خود بھی ٹینک شکن توپوں کے پاس جا کر دشمن کے ٹھکانوں کی نشاندہی کرتے تھے۔ آپ کی اس جاں باز کارروائی سے دشمن کے جدید ترین ٹینک بہت بڑی تعداد میں تباہ ہوئے۔ دس دسمبر 1971ء کو سوار محمد حسین دشمن کی مشین گن کی گولیوں کا نشانہ بن گئے اور جام شہادت نوش کیا۔ سوار محمد حسین شہید کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ پاک فوج کا سب سے بڑا اعزاز نشان حیدر حاصل کرنے والے پہلے جوان تھے۔

## لانس نائیک محمد محفوظ شہید

لانس نائیک محمد محفوظ شہید ضلع راولپنڈی کے ایک گاؤں پنڈ ملکاں (محفوظ آباد) میں 25 اکتوبر 1944 کو پیدا ہوئے۔ آپ نے 25 اکتوبر 1962 کو پاک فوج میں شمولیت اختیار کی۔ 1971 کی جنگ کے دوران محمد محفوظ واہگہ اٹاری سیکٹر میں تعینات تھے۔

16 دسمبر کی رات جب جنگ بندی کا اعلان ہوا تو پل کنجری کا کچھ علاقہ پاکستان کے قبضے میں آ چکا تھا۔ جنگ بندی کے اعلان کے بعد پاکستانی افواج کو کسی حملے کی امید نہیں تھی۔ مقبوضہ علاقہ چھڑانے کے لیے دشمن نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے 17 اور 18 دسمبر کی درمیانی شب بھرپور حملہ کر دیا۔ پاکستانی فوج میں لانس نائیک محمد محفوظ کی پلاٹون نمبر تین ہراول دستے کے طور پر سب سے آگے تھی چنانچہ اسے خودکار ہتھیاروں کا سامنا کرنا پڑا۔
لانس نائیک محمد محفوظ بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے، ایک مرحلے پر جب ان کی مشین گن دشمن کا گولہ کیل لگنے سے تباہ ہوگئی تو انہوں نے لپک کر ایک شہید ساتھی کی مشین گن اٹھائی اور دشمن پر تابڑ توڑ حملے شو کر دیے۔ اسی دوران ایک گولی ان کی مشین گن کو لگی اور مشین گن ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ نہتے شاہین نے ایک بھارتی سپاہی کو گلے سے دبوچ لیا، قریب تھا کہ وہ اسے

گلہ گھونٹ کر جہنم واصل کرتے کہ ایک دوسرے بھارتی سپاہی نے سنگین مار کر انہیں شہید کر دیا۔ لانس نائیک محمد محفوظ کو ان کی بہادری کے اعتراف میں ملک کا سب سے بڑا فوجی اعزاز نشان حیدر عطا کیا گیا۔ وہ محفوظ آباد کے مقام پر سپرد خاک ہیں۔

## کرنل شیر خان شہید

معرکہ کارگل کے ہیرو کرنل شیر خان شہید یکم جنوری 1970 کو صوابی کے گاؤں نواں کلی میں پیدا ہوئے، انہوں نے 1994 میں پاک فوج میں شمولیت اختیار کی۔ کرنل شیر خان شہید نے معرکہ کارگل کے دوران 17 ہزار کلومیٹر کی بلندی پر قائم گلتری کے مقام پر پانچ حفاظتی چوکیاں قائم کیں۔ ان چوکیوں کی مدد سے دشمن کی ہر چال پر نظر رکھنا آسان تھا، بھارتی فوج نے کئی بار ان چوکیوں پر قبضے کی نیت سے حملے کیے اور ہر بار کرنل شیر خان نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جواں مردی سے دشمن کا ہر حملہ ناکام بنایا۔ پریشان ہو کر دشمن نے بھرپور طاقت سے حملہ کرنے کی ٹھانی اور دو بٹالین فوج کے ساتھ چوکیوں پر حملہ کیا۔ کرنل شیر خان کے ساتھ صرف 21 مگر شیر دل سپاہی تھے، سو ہتھیار ڈالنے کے بجائے جواں مردی سے دشمن کا مقابلہ کیا اور کئی بھارتی فوجیوں کو جہنم واصل کیا۔ کرنل شیر خان نے نہ صرف دشمن کو پیچھے بھاگنے پر مجبور کیا بلکہ ان کے بیس کیمپ تک جا پہنچے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کی شجاعت کا اعتراف بھارتی فوج نے بھی کیا۔ حکومت پاکستان نے ان کی بہادری کے اعتراف میں انہیں اعلیٰ فوجی اعزاز نشان حیدر سے نوازا۔

## حوالدار لالک جان شہید

ٹائیگر ہل کے مقام پر جو چوکی کیپٹن کرنل شیر خان اپنی شہادت سے قبل جیت چکے تھے، اس پر قبضہ رکھنے کے لیے مسلسل جدوجہد ضروری تھی۔ حوالدار لالک جان انفنٹری کے نڈر اور بہادر سپاہی تھے۔ دشمن کسی بھی قیمت پر یہ چوکی حاصل کرنا چاہتا تھا لہذا دوبار لالک جان کی چوکی پر حملہ کیا گیا مگر اسے اس بہادر ہیرو کے ہاتھوں منہ کی کھانی پڑی اور مسلسل دو راتوں کے حملوں میں ناکام ہو کر دشمن اپنی لاشوں کے انبار چھوڑ کر پسپا ہوتا رہا۔ تاہم سات جولائی کو دشمن نے حوالدار لالک جان کی چوکی پر توپ خانے نے شدید فائر کیے۔ جس میں حوالدار لالک جان شدید زخمی ہوئے اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آپ کی جرات و بہادری کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے آپ کو نشان حیدر سے نوازا۔

# غزل

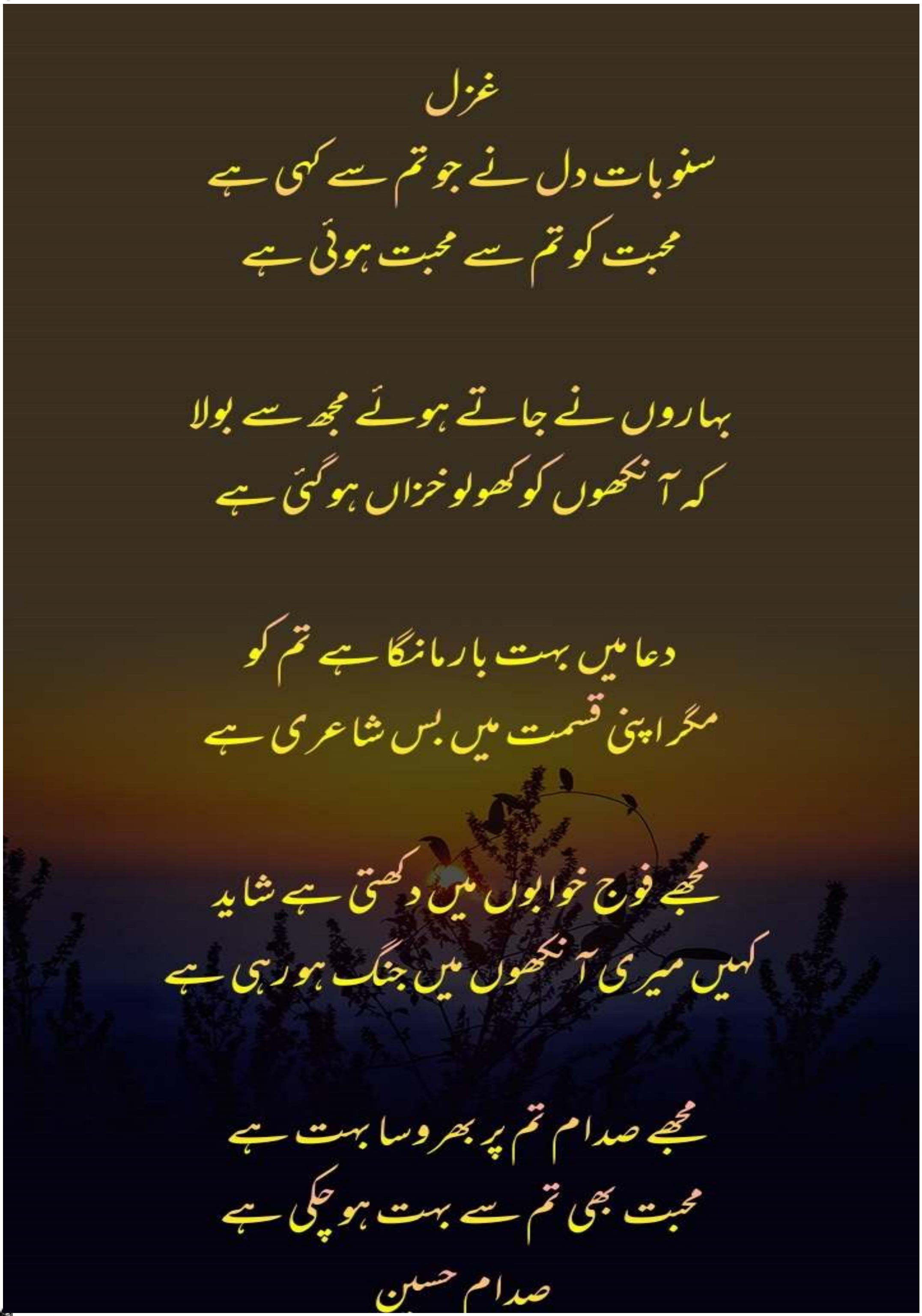
غزل
سنو بات دل نے جو تم سے کہی ہے
محبت کو تم سے محبت ہوئی ہے
بہاروں نے جاتے ہوئے مجھ سے بولا
کہ آنکھوں کو کھولو خزاں ہو گئی ہے
دعا میں بہت بار مانگا ہے تم کو
مگر اپنی قسمت میں بس شاعری ہے
مجھے فوج خوابوں میں دکھتی ہے شاید
کہیں میری آنکھوں میں جنگ ہو رہی ہے
مجھے صدام تم پر بھروسا بہت ہے
محبت بھی تم سے بہت ہو چکی ہے
صدام حسین

# ماہ صفر کی حقیقت اور تاریخ اسلام میں حیثیت

اسلامی سال کا دوسرا مہینہ ماہ صفر المظفر ہے تاریخ اسلام میں اس مہینے کو ممتاز حیثیت حاصل ہے اس مہینے کی 27 تاریخ کو آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی جو غلبہ اسلام اور اسلامی ریاست کے قیام کا باعث بنی اور پوری دنیا میں جو اسلام پھیلا اس کا آغاز بھی مدینہ منورہ سے ہوا گویا پوری دنیا میں جو ظلمت چھائی ہوئی تھی اور ہر طرف خزاں تھی اس کا خاتمہ اسلام کی روشنی اور بہار کے ذریعے مدینہ منورہ سے ہوا۔

پھر اسی ماہ صفر میں 2ھ کو آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ کا نکاح فرمایا تھا جن سے آنحضرت ﷺ کی نسل چلی جو قیامت تک رہے گی۔

اسی ماہ صفر میں ایران فتح ہوا اور اسلامی سلطنت کو وسعت ملی اور اسی مہینے میں عمرؓ ثانی حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ وقت بنے اور اپنے اڑھائی سالہ دور اقتدار میں عدل عمرؓ کی یاد تازہ فرما دی۔ عجیب بات یہ ہے کہ بعض لوگ آج بھی اس مہینے کو نحوست کا مہینہ تصور کرتے ہیں۔ جبکہ یہ مہینہ اسلامی تاریخ میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے بالخصوص اس مہینہ کے ابتدائی تیرہ دنوں کو نہایت منحوس تصور کیا جاتا ہے حالانکہ اسلام میں اس بات کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس مہینے کو لوگ منحوس خیال کیا کرتے تھے اور اس مہینے کو بلاؤں اور مصیبتوں کا مہینہ تصور کرتے تھے۔ علامہ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں اس کی وجہ لکھی ہے کہ چونکہ ماہ محرم میں زمانہ جاہلیت میں بھی جنگ و قتال حرام سمجھا جاتا تھا اور لوگ گھروں میں بیٹھے رہتے تھے لیکن جیسے ہی صفر کے مہینے کا آغاز ہوتا اہل عرب اپنے گھروں کو چھوڑ کر جنگ کے لئے نکل جاتے، جنگ و جدل کی وجہ سے خون خرابہ ہوتا۔ مرد مارے جاتے، عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوتے۔ معاشی حالت ابتر ہو جاتی ہے تو اہل عرب بجائے اس کے کہ اپنی اصلاح کرتے اس مہینہ کو منحوس سمجھنے لگے۔ بالخصوص خواتین اسے زیادہ منحوس جانتیں کیونکہ ان کے گھر اجڑ جاتے تھے۔ عرب میں جب اسلام کی روشنی آئی تو آنحضرت ﷺ نے ان باطل نظریات کو رد فرمایا اور واضح طور پر اعلان فرمایا کہ مرض کے متعدی ہونے (یعنی ایک سے دوسرے شخص کو لگنے) صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنے اور غول (یعنی بھوت پریت اور بلاؤں کے اترنے) کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ عرب کے اندر جہاں اچھی صفات شجاعت، مہمان نوازی وغیرہ پائی جاتی ہیں وہیں بری صفات بھی ان میں موجود تھیں۔ وہ صفر کے مہینے کو منحوس سمجھتے، بیمار شخص کی عیادت کرنے کے بجائے اس سے دور بھاگتے۔ سفر سے پہلے تیر پھینکتے تھے اگر تیر دائیں طرف گرتا تو سفر کرتے ورنہ سفر سے اجتناب کرتے۔ سفر پر نکلتے وقت اگر کوئی غریب شخص یا کوئی دشمن سامنے آجاتا تو سفر نہ کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے ان سب کی نفی فرمائی اور فرمایا ان چیزوں سے کچھ نہیں ہوتا، نفع و نقصان سب کچھ اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے۔ آنحضرتؐ نے نیک فال لینے کو پسند فرمایا ہے نیک فال

★

سے مراد بندے کا کسی کام سے پہلے ایسی بات کو سننا جو اس کو اچھی لگے۔ تو یہ اسلام میں درست ہے کیونکہ اس سے تقدیر پر ایمان اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جب تم کوئی ایسی چیز دیکھو جو تمہیں ناگوار گزرے تو تم دعا پڑھ لیا کرو۔ اے اللہ! اچھائیاں لانے والے بھی آپ ہی ہیں اور برائیاں دور کرنے والے بھی آپ ہی ہیں۔ نیک کام کرنے کی توفیق بھی آپ ہی دیتے ہیں اور برے کاموں سے بچانے کی قوت بھی آپ ہی دیتے ہیں (ابوداؤد) آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے ایسے موقع پر کام کرنے سے اجتناب کیا اس نے خدا کے ساتھ شرک کیا۔

سیدنا حضرت علیؓ ایک بار لشکر کے ہمراہ سفر پر روانہ ہوئے ایک شخص نے کہا کہ اس موقع پر سفر نہیں کرنا چاہئے بلکہ فلاں گھڑی میں سفر کرنا چاہئے ورنہ شکست ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ نے جب یہ جملہ سنا تو فرمایا لشکر والو ابھی کوچ کرو فتح وشکست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ لشکر نے اسی گھڑی میں کوچ کیا اور کامیاب ہو کر لوٹے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر ہم اس کی بات مان لیتے اور اس کے بتائے ہوئے وقت پر سفر کرتے تو یہ شخص کہتا میری وجہ سے فتح ہوئی ہے۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے فرمایا جس نے کسی کو اپنا حال جاننے کے لئے ہاتھ دکھایا اس کی چالیس دن کی نمازیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ آنحضرتؐ نے نجومی کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے۔

## آخری چہار شنبہ (بدھ) کا دن

ماہ صفر کے آخری بدھ کا بڑے شوق سے اہتمام کیا جاتا ہے کہ اس دن آنحضرتؐ نے غسل فرمایا اور صحت یاب ہوئے اس دن روزہ بھی رکھا جاتا ہے اور مخصوص نوافل بھی ادا کئے جاتے ہیں۔ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع اپنی تصنیف ”امداد المفتین“ میں فرماتے ہیں کہ اس دن کا روزہ شرعاً بدعت ہے اور اسلام میں اس کا ثبوت نہیں۔ اس دن کے نوافل بھی پیغمبر سید الانبیاءؐ یا کسی صحابیؓ سے ثابت نہیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دن آنحضرتؐ کی بیماری میں اضافہ ہوا اور یہودیوں نے اس دن آپؐ کے مرض میں شدت آنے پر خوشی منائی۔

# حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

**نام:** حفصہؓ

**نسب:**

حفصہؓ بنت عمر فاروقؓ بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرطہ بن زراح بن عدی بن کعب بن لوّی۔
آپؓ کی والدہ زینبؓ بنت مظعون ہیں۔ جو بہت جلیل القدر صحابیہ تھیں۔

**پیدائش:**

آپؓ کی پیدائش بعثت سے پانچ برس پہلے اس وقت ہوئی جب قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔

**پہلا نکاح:**

آپ کا پہلا نکاح حضرت خنیسؓ بنت حذافہ بن قیس بن عدی سے ہوا۔

**قبول اسلام:**

آپؓ دونوں میاں بیوی آغاز اسلام میں ہی مسلمان ہو گئے تھے۔

**ہجرت:**

آپؓ کے شوہر حضرت خینس ۶ھ بعثت میں ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے اور حضور ﷺ کی ہجرت سے کچھ عرصہ پہلے واپس مکہ آگئے اور وہاں سے اپنی زوجہ محترمہ حضرت حفصہؓ کو ساتھ لے کر مدینہ شریف کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔

**بیوگی کا زمانہ:**

آپؓ کے شوہر حضرت خینسؓ جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ جنگ احد میں انہوں نے بڑی بہادری کا ثبوت دیا اور سخت زخمی ہو گئے چنانچہ انہیں نازک حالت میں مدینہ شریف لایا گیا جہاں ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ قدیم الاسلام، مہاجر اور شہید تھے۔
جب آپؓ کی عدت کا وقت پورا ہو گیا تو آپؓ کے والد محترم حضرت عمر فاروقؓ کو آپؓ کے نکاح ثانی کی فکر ہوئی اور آپؓ نے ایک روز حضرت ابو بکرؓ سے کہا تم حفصہؓ سے نکاح کر لو لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ کو ان کی اس خاموشی پر غصہ تو آیا مگر کچھ کہنے سے گریز کیا۔ اسی طرح ایک دوسرے موقع پر آپؓ نے عثمانؓ سے بھی کہا کہ وہ آپؓ کی بیٹی حفصہؓ سے نکاح کر لیں کیونکہ ان کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ جو حضور ﷺ کی نور نظر تھیں، فوت ہو چکی تھیں لیکن انہوں نے بھی ٹال دیا اور کہا

مجھے فی الحال نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔ آپؓ کو اس پر صدمہ ہوا اور آپ نے یہ مسئلہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ کر لیا۔

## نکاح ثانی:

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ کی طرف سے مایوسی ہونے کے بعد ایک روز بارگاہ نبوت میں عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ میں حفصہؓ کے نکاح ثانی کے لئے بہت پریشان ہوں۔ میں نے ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ سے کہا کہ وہ حفصہؓ سے نکاح کر لیں لیکن ایک نے خاموشی اختیار کر لی اور دوسرے نے انکار کر دیا۔ اب کیا کروں؟"

حضور ﷺ یہ سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا:

"حق تعالیٰ نے عثمانؓ کو تمہاری بیٹی سے بہتر بیوی عطا فرمادی اور تمہاری بیٹی کو عثمانؓ سے بہتر شوہر عطا فرمایا" حضرت عمرؓ یہ ارشاد سن کر خاموش رہے کیونکہ یہ ارشاد نبوی ﷺ ان کے لئے واضح نہیں تھا۔

اس کے کچھ دن بعد حضور ﷺ نے اپنی بیٹی ام کلثومؓ کا عقد حضرت عثمانؓ سے کر دیا اور خود حضرت حفصہؓ سے نکاح کر لیا اور یوں عمر فاروقؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ کو ابو بکرؓ اور عثمانؓ سے کروڑوں درجہ بہتر شوہر مل گیا۔ یہ واقعہ ۳ھ ماہ شعبان کا ہے۔ اس وقت حضرت حفصہؓ کی عمر بیس سال تھی۔ اس نکاح کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا:

"تم میری بات کا رنج نہ کرنا کیونکہ حضور ﷺ خود حفصہؓ کا ذکر مجھ سے کر چکے تھے اور میں آپ ﷺ کا راز فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر حضور ﷺ نکاح نہ کرتے تو میں کر لیتا۔"

## ازدواجی زندگی:

آپؓ کے مزاج میں کسی قدر تیزی تھی۔ غالباً یہ پدری اثر تھا۔ اس لیے آپؓ کبھی کبھی حضور ﷺ کے ساتھ بے باکی سے گفتگو کرتی تھیں۔ جب آپؓ کے والد محترم حضرت عمر فاروقؓ کو اس بات کا علم ہوا تو آپؓ کو سخت رنج ہوا اور آپؓ ان کے گھر تشریف لائے۔ بیٹی نے باپ کی عزت و تکریم کی لیکن آپؓ نے پوچھا:

"کیا تم رسول اللہ ﷺ کو برابر کا جواب دیتی ہو؟"

بیٹی نے کہا "ہاں میں کبھی کبھی ایسا کرتی ہوں"

آپؓ نے فرمایا "بیٹی خبردار! میں تمہیں خدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ تم ابو بکرؓ کی بیٹی (عائشہؓ) کی ریس نہ کرو اسے حضور ﷺ کی محبت کی وجہ سے اپنے حسن پر ناز ہے"۔

صحیح بخاری کی روایت میں خود حضرت عمرؓ سے روایت میں خود حضرت عمرؓ سے یہ بات منقول ہے کہ "ہم لوگ جاہلیت میں عورتوں کو ذرہ برابر وقعت نہ دیتے تھے۔ اسلام نے ان کو درجہ دیا اور قرآن میں ان کے متعلق آیتیں اتریں تو ان کی قدر و

منزلت معلوم ہوئی۔ ایک دن میری بیوی نے کسی معاملہ میں مجھ کو رائے دی۔ میں نے کہا تم کو رائے اور مشورہ سے کیا واسطہ۔ بولیں ابن خطاب تم کو ذراسی بات بھی برداشت نہیں۔ حالانکہ تماری بیٹی رسول ﷺ کو برابر کا جواب دیتی ہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ دن بھر رنجیدہ رہتے ہیں۔

آپ میں اور حضرت عائشہؓ میں بہت محبت تھی، دونوں بہنوں کی طرح رہتی تھیں اور دوسری امہات المومنینؓ کے مقابلہ میں ان دونوں میں ایک طرح کا بہناپا تھا۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ کو حضرت زینبؓ بنت جحش کے گھر خلاف معمول زیادہ دیر ہو گئی۔ حضرت عائشہؓ کو رشک ہوا کہ وہاں زیادہ وقت گزارا ہے۔ حالانکہ حضور ﷺ وہاں وہ شہد کھانے میں مشغول رہے جو انہیں کسی نے ہدیتہً بھیجا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت حفصہؓ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا اور کہا کہ جب حضور ﷺ تمہارے پاس آئیں تو کہنا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ چونکہ حضور ﷺ کو ہر قسم کی بو ناپسند تھی اس طرح کوئی نہ کوئی رد عمل ان سے ظہور میں آئے گا۔ چنانچہ جب حضور ﷺ آپ (حفصہؓ) کے پاس آئے تو آپؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ حضور ﷺ نے اسے سخت ناپسند فرمایا کہ آپؐ کے دہن مبارک سے کسی قسم کی بو آئے اس لئے فرمایا میں آئندہ کبھی شہد نہیں کھاؤں گا۔ اس پر آیت تحریمہ نازل ہوئی۔

"اے نبی ﷺ اپنی بیویوں کی خوشنودی کے لئے تم خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کیوں کرتے ہو"

## دین میں جستجو:

آپ علم و فضل کے لحاظ سے بہت مرتبے والی تھیں۔ حصول دین کے اس شوق کو دیکھ کر حضور ﷺ نے ایک صحابیہؓ حضرت شفا بنت عبد اللہ سے فرمایا تھا کہ تم حفصہؓ کو چیونٹی اور کیڑے کے کاٹے کا منتر سکھا دو۔ آپؓ نے اس صحابیہ سے لکھنا بھی سیکھا تھا۔

## دجال سے خوف:

صحیح مسلم میں ہے کہ آپؓ دجال کے شر سے بہت ڈرتی تھیں۔ مدینہ میں ایک شخص ابن صیاد تھا اس میں دجال کی بعض علامات پائی جاتی تھیں۔ ایک دن حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو جو آپؓ کے بھائی ہیں راستے میں مل گیا۔ انہوں نے اس شخص کی بعض حرکات پر نفرت کا اظہار کیا۔ وہ کم بخت ان کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے اسے پیٹنا شروع کر دیا۔ حضرت حفصہؓ کو خبر ہوئی تو بھائی سے کہنے لگیں:

"تم اس سے کیوں الجھتے ہو تمہیں معلوم نہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ دجال کے خروج کا شر محرک اس کا غصہ ہو گا۔"

★

## اخلاق اور فضائل:

ا: ایک حدیث میں ہے کہ جبریل امین نے آپ کی تعریف ان الفاظ میں کی تھی:

"وہ بہت عبادت کرنے والی بہت روزے رکھنے والی اور بہشت میں بھی آپ ﷺ کی زوجہ ہیں"

۲: ابن سعد میں ان کے متعلق ہے:

"وہ صائم النہار اور قائم اللیل ہیں"

دوسری روایت میں ہے: انتقال کے وقت تک صائم رہیں۔

۳: آپ اختلاف سے سخت نفرت کرتی تھیں۔ جنگ صفین کے بعد جب تحکیم کا واقعہ پیش آیا تو ان کے بھائی عبد اللہ بن عمرؓ اس کو فتنہ سمجھ کر خانہ نشین رہنا چاہتے تھے لیکن آپؓ نے کہا کہ گو اس شرکت میں تمہارا کوئی فائدہ نہیں، تاہم تمہیں شریک رہنا چاہئے۔ کیونکہ لوگوں کو تمہاری رائے کا انتظار ہو گا اور ممکن ہے کہ تمہاری گوشہ نشینی ان میں اختلاف پیدا کر دے۔

## وفات:

آپؓ نے اپنے آخری وقت میں اپنے جلیل القدر بھائی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو بلا کر وصیت کی کہ غابہ میں ان کی جو جائداد تھی جسے حضرت عمرؓ ان کی نگرانی میں دے گئے تھے اس کو صدقہ کر کے وقف کر دیا جائے۔

آپؓ نے شعبان ۴۵ھ میں وفات پائی۔ اس وقت حضرت امیر ماویہؓ کی خلافت کا زمانہ تھا اور مدینے کا گورنر مروان بن الحکم تھا اس نے نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک جنازہ کو کندھا دیا اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ جنازہ کو قبر تک لے گئے۔ قبر میں آپ کے بھائی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور انکے لڑکے عاصم، سالم عبد اللہ اور حمزہ نے اتارا۔

## منازل عمر:

ا۔ آپؓ کا نکاح حضور ﷺ سے شعبان ۳ھ میں ہوا۔

۲۔ حضور ﷺ سے نکاح کے وقت آپؓ کی عمر ۲۲ سال تھی۔

۳۔ آپؓ کے نکاح کے وقت حضور ﷺ کی عمر ۵۵ سال تھی۔

۴۔ حضور ﷺ سے آپؓ کی رفاقت ۸ سال رہی۔

۵۔ وفات کے وقت آپؓ کی عمر ۵۹ سال تھی۔

۶۔ آپؓ کی وفات ۴۵ ہجری میں ہوئی۔

۷۔ آپؓ کی قبر مدینہ شریف میں جنت البقیع میں ہے۔

۸۔ آپؓ کی پیدائش بعثت سے ۵ سال قبل ہوئی۔

★

# ہارون الرشید

کہتے ہیں کہ ہارون رشید کا ایک بیٹا تھا جس کی عمر تقریباً سولہ سال کی تھی۔

وہ بہت کثرت سے زاہدوں اور بزرگوں کی مجلس میں رہا کرتا تھا، اور اکثر قبرستان چلا جاتا، وہاں جاکر کہتا کہ۔۔

تم لوگ ہم سے پہلے دنیا میں تھے،

دنیا کے مالک تھے،

لیکن اس دنیا نے تمھیں نجات نہ دی،

حتیٰ کہ تم قبروں میں پہنچ گئے۔

کاش!

مجھے کسی طرح خبر ہوتی کہ تم پر کیا گذری ہے اور تم سے کیا کیا سوال و جواب ہوئے ہیں؟

اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتا:

مجھے جنازے ہر دن ڈراتے ہیں

اور مرنے والوں پر رونے والیوں کی آوازیں مجھے غمگین رکھتی ہیں۔

ایک دن وہ اپنے باپ (بادشاہ) کی مجلس میں آیا۔ اس کے پاس وُزرا، اُمرا سب جمع تھے اور لڑکے کے بدن پر ایک کپڑا معمولی اور سر پر ایک لنگی بندھی ہوئی تھی۔ آراکینِ سلطنت آپس میں کہنے لگے کہ اس پاگل لڑکے کی حرکتوں نے امیر المؤمنین کو بھی دوسرے بادشاہوں کی نگاہ میں ذلیل کر دیا۔ اگر امیر المؤمنین اس کو تنبیہ کریں تو شاید یہ اپنی اس حالت سے باز آجائے۔ امیر المؤمنین نے یہ بات سن کر اس سے کہا کہ

بیٹا! تو نے مجھے لوگوں کی نگاہ میں ذلیل کر رکھا ہے۔ اس نے یہ بات سن کر باپ کو تو کوئی جواب نہیں دیا، لیکن ایک پرند وہاں بیٹھا تھا اس کو کہا کہ اس ذات کا واسطہ جس نے مجھے پیدا کیا تو میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ جا۔ وہ پرند وہاں سے اُڑ کر اس کے ہاتھ پر آکر بیٹھ گیا۔ پھر کہا کہ اب اپنی جگہ چلا جا۔ وہ ہاتھ پر سے اُڑ کر اپنی جگہ چلا گیا۔ اس کے بعد اس نے عرض کیا کہ

ابا جان!

اصل میں آپ دنیا سے جو محبت کر رہے ہیں اس نے مجھے رسوا کر رکھا ہے۔۔!!!!!!!! اب میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ آپ سے جدائی اختیار کر لوں۔ یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا اور ایک قرآن شریف صرف اپنے ساتھ لیا۔ چلتے ہوئے ماں نے ایک بہت قیمتی انگوٹھی بھی اس کو دے دی (کہ اِحتیاج کے وقت اس کو فروخت کر کے کام میں لائے) وہ یہاں سے چل کر بصرہ پہنچ گیا اور مزدوروں میں کام کرنے لگا۔ ہفتہ میں صرف ایک دن شنبہ کو مزدوری کرتا اور آٹھ دن تک وہ مزدوری کے پیسے خرچ کرتا اور آٹھویں دن پھر شنبہ کو مزدوری کرلیتا۔ ★

اور ایک دِرَم اور ایک دانق (یعنی دِرَم کا چھٹا حصہ مزدوری لیتا) اس سے کم یا زیادہ نہ لیتا۔ ایک دانق روزانہ خرچ کرتا۔

ابو عامر بصریؒ کہتے ہیں کہ میری ایک دیوار گر گئی تھی۔ اس کو بنوانے کے لیے میں کسی معمار کی تلاش میں نکلا۔ (کسی نے بتایا ہوگا کہ یہ شخص بھی تعمیر کا کام کرتا ہے) میں نے دیکھا کہ نہایت خوبصورت لڑکا بیٹھا ہے، ایک زنبیل پاس رکھی ہے اور قرآن شریف دیکھ کر پڑھ رہا ہے میں نے اس سے پوچھا کہ لڑکے مزدوری کروگے؟

کہنے لگا:

کیوں نہیں! کریں گے، مزدوری کے لیے تو پیدا ہی ہوئے ہیں۔ آپ بتائیں کہ کیا خدمت مجھ سے لینی ہے؟

میں نے کہا: گارے مٹی (تعمیر) کا کام لینا ہے۔

اس نے کہا کہ ایک دِرَم اور ایک دانق مزدوری ہوگی اور نماز کے اوقات میں کام نہیں کروں گا، مجھے نماز کے لیے جانا ہوگا۔

میں نے اس کی دونوں شرطیں منظور کرلیں اور اس کو لا کر کام پر لگادیا۔

مغرب کے وقت جب میں نے دیکھا تو اس نے دس آدمیوں کی بقدر کام کیا۔ میں نے اس کو مزدوری میں دو دِرَم دیے۔

اس نے شرط سے زائد لینے سے انکار کردیا، اور ایک دِرَم اور ایک دانق لے کر چلا گیا۔ دوسرے دن ........

میں پھر اس کی تلاش میں نکلا۔ وہ مجھے کہیں نہ ملا۔ میں نے لوگوں سے تحقیق کیا کہ ایسی ایسی صورت کا ایک لڑکا مزدوری کیا کرتا ہے، کسی کو معلوم ہے کہ وہ کہاں ملے گا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ صرف شنبہ ہی کے دن مزدوری کرتا ہے، اس سے پہلے تمھیں کہیں نہیں ملے گا۔

مجھے اس کے کام کو دیکھ کر ایسی رغبت ہوئی کہ میں نے چھ دن کو اپنی تعمیر بند کردی اور شنبہ کے دن اس کی تلاش کو نکلا۔

وہ اسی طرح بیٹھا قرآن شریف پڑھتا ہوا ملا۔ میں نے سلام کیا اور مزدوری کرنے کو پوچھا۔ اس نے وہی پہلی دو شرطیں بیان کیں۔ میں نے منظور کرلیں۔ وہ میرے ساتھ آکر کام میں لگ گیا۔ مجھے اس پر حیرت ہورہی تھی کہ پچھلے شنبہ کو اس اکیلے نے دس آدمیوں کا کام کس طرح کرلیا۔ اس لیے اس مرتبہ میں نے ایسی طرح چھپ کر کہ وہ مجھے نہ دیکھے، اس کے کام کرنے کا طریقہ دیکھا، تو یہ منظر دیکھا کہ وہ ہاتھ میں گارا لے کر دیوار پر ڈالتا ہے اور پتھر اپنے آپ ہی ایک دوسرے کے ساتھ جڑتے چلے جاتے ہیں۔ مجھے یقین ہوگیا کہ یہ کوئی اللہ کا ولی ہے اور اللہ کے اَولیا کے کاموں کی غیب سے مدد ہوتی ہی ہے۔ جب شام ہوئی تو میں نے اس کو تین دِرَم دینا چاہے۔ اس نے لینے سے انکار کردیا کہ میں اتنے دِرَم کیا کروں گا؟ اور ایک دِرَم اور ایک دانق لے کر چلا گیا۔ میں نے ایک ہفتہ پھر انتظار کیا اور تیسرے شنبہ کو پھر میں اس کی تلاش میں نکلا، مگر وہ مجھے نہ ملا۔ میں نے لوگوں سے تحقیق کیا۔ ایک شخص نے بتایا کہ وہ تین دن سے بیمار ہے فلاں ویرانہ جنگل میں پڑا ہے۔ میں نے ایک شخص کو اجرت دے کر اس پر راضی کیا کہ وہ مجھے اس جنگل میں پہنچادے۔ وہ مجھے ساتھ لے کر اس جنگل ویران میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ بے ہوش پڑا ہے۔ آدھی اینٹ کا ٹکڑا سر کے نیچے رکھا ہوا ہے۔ میں نے اس کو سلام کیا، اس نے جواب نہ دیا۔ میں نے دوسری مرتبہ سلام کیا تو اس نے (آنکھ کھولی اور) مجھے پہچان لیا۔ میں نے جلدی سے اس کا سر اینٹ پر سے اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اس نے سر ہٹالیا اور چند شعر پڑھے جن میں سے دو یہ ہیں:

میرے دوست

★

دنیا کی نعمتوں سے دھوکہ میں نہ پڑ۔
عمر ختم ہوتی جارہی ہے اور یہ نعمتیں سب ختم ہو جائیں گی۔
جب تو کوئی جنازہ لے کر قبرستان میں جائے تو یہ سوچتا رہا کر کہ تیرا بھی ایک دن اسی طرح جنازہ اٹھایا جائے گا

اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ

ابو عامر!

جب میری روح نکل جائے تو مجھے نہلا کر میرے اسی کپڑے میں مجھے کفن دے دینا۔

میں نے کہا:

میرے محبوب! اس میں کیا حرج ہے کہ میں تیرے کفن کے لیے نئے کپڑے لے آئوں؟

اس نے جواب دیا کہ:

نئے کپڑوں کے زندہ لوگ زیادہ مستحق ہیں۔

(یہ جواب حضرت ابو بکر صدیقؓ کا جواب ہے۔ انھوں نے بھی اپنے وصال کے وقت یہی فرمائش کی تھی کہ میری انہی چادروں میں کفن دے دینا۔ اور جب ان سے نئے کپڑے کی اجازت چاہی گئی تو انھوں نے یہی جواب دیا تھا)

لڑکے نے کہا کہ کفن تو (پرانا ہو یا نیا بہر حال) بوسیدہ ہو جائے گا۔ آدمی کے ساتھ تو صرف اس کا عمل ہی رہتا ہے۔ اور یہ میری لنگی اور لوٹا قبر کھودنے والے کو مزدوری میں دے دینا، اور یہ انگوٹھی اور قرآن شریف ہارون رشید تک پہنچا دینا۔ اور اس کا خیال رکھنا کہ خود انہی کے ہاتھ میں دینا اور یہ کہہ کر دینا کہ ایک پردیسی لڑکے کی یہ میرے پاس امانت ہے اور وہ آپ سے یہ کہہ گیا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اسی غفلت اور دھوکہ کی حالت میں آپ کی موت آجائے۔ یہ کہہ کر اس کی روح نکل گئی ۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ لڑکا شہزادہ تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کی وصیت کے موافق میں نے اس کو دفن کر دیا، اور دونوں چیزیں گورکن کو دے دیں، اور قرآن پاک اور انگوٹھی لے کر بغداد پہنچا اور قصرِ شاہی کے قریب پہنچا تو بادشاہ کی سواری نکل رہی تھی۔ میں ایک اونچی جگہ کھڑا ہو گیا۔ اوّل ایک بہت بڑا لشکر نکلا جس میں تقریباً ایک ہزار گھوڑے سوار تھے۔ اس کے بعد اسی طرح یکے بعد دیگرے دس لشکر نکلے۔ ہر ایک میں تقریباً ایک ہزار سوار تھے۔ دسویں جتھے میں خود امیر المؤمنین بھی تھے۔ میں نے زور سے آواز دے کر کہا کہ

اے امیر المؤمنین! آپ کو حضور اقدس ﷺ کی قرابت رشتہ داری کا واسطہ، ذرا سا توقف کر لیجیے۔ میری آواز پر انھوں نے مجھے دیکھا تو میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا کہ میرے پاس ایک پردیسی لڑکے کی یہ امانت ہے جس نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ یہ دونوں چیزیں آپ تک پہنچا دوں۔ بادشاہ نے ان کو دیکھ کر پہچان لیا تھوڑی دیر سر جھکایا۔ ان کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے اور ایک دربان سے کہا کہ اس آدمی کو اپنے ساتھ رکھو، جب میں واپسی پر بلاؤں تو میرے پاس پہنچا دینا۔ جب وہ باہر سے واپسی پر پہنچے تو محل کے پردے گروا کر دربان سے فرمایا:

اس شخص کو بلا کر لاؤ، اگرچہ وہ میرا غم تازہ ہی کرے گا۔ دربان میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ امیر المؤمنین نے بلایا ہے اور اس کا خیال رکھنا کہ امیر پر صدمہ کا بہت اثر ہے۔ اگر تم دس باتیں کرنا چاہتے ہو تو پانچ ہی پر اِکتفا کرنا۔ یہ کہہ کر وہ مجھے امیر کے پاس لے گیا۔
اس وقت امیر بالکل تنہا بیٹھے تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ
میرے قریب آجاؤ۔ میں قریب جا کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگے کہ تم میرے اس بیٹے کو جانتے ہو؟
میں نے کہا: جی ہاں میں ان کو جانتا ہوں۔
کہنے لگے: وہ کیا کام کرتا تھا؟
میں نے کہا:
گارے مٹی کی مزدوری کرتے تھے۔
کہنے لگے: تم نے بھی مزدوری پر کوئی کام اس سے کرایا ہے؟
میں نے کہا: کرایا ہے۔
کہنے لگے: تمھیں اس کا خیال نہ آیا کہ اس کی حضورِ اقدس ﷺ سے قرابت تھی (کہ یہ حضرات حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کی اولاد ہیں؟)
میں نے کہا:
امیر المؤمنین پہلے اللہ سے معذرت چاہتا ہوں، اس کے بعد آپ سے عذر خواہ ہوں، مجھے اس وقت اس کا علم ہی نہ تھا کہ یہ کون ہیں؟ مجھے ان کے انتقال کے وقت ان کا حال معلوم ہوا۔
کہنے لگے کہ تم نے اپنے ہاتھ سے اس کو غسل دیا؟
میں نے کہا کہ جی ہاں۔
کہنے لگے: اپنا ہاتھ لاؤ۔
میرا ہاتھ لے کر اپنے سینہ پر رکھ دیا اور
چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

اے وہ مسافر جس پر میرا دل پگھل رہا ہے اور میری آنکھیں اس پر آنسو بہا رہی ہیں!
اے وہ شخص جس کا مکان (قبر) دور ہے، لیکن اس کا غم میرے قریب ہے!
بے شک موت ہر اچھے سے اچھے عیش کو مکدر کر دیتی ہے۔

وہ مسافر ایک چاند کا ٹکڑا تھا (یعنی اس کا چہرہ) جو خالص چاندی کی ٹہنی پر تھا (یعنی اس کے بدن پر)۔ پس چاند کا ٹکڑا ابھی قبر میں پہنچ گیا اور چاندی کی ٹہنی بھی قبر میں پہنچ گئی۔
اس کے بعد ہارون رشیدؒ نے بصرہ اس کی قبر پر جانے کا ارادہ کیا، ابو عامرؒ ساتھ تھے۔ اس کی قبر پر پہنچ کر ہارون رشید نے چند شعر پڑھے

جن کا ترجمہ یہ ہے:

اے وہ مسافر جو اپنے سفر سے کبھی بھی نہ لوٹے گا!

موت نے کم عمری کے ہی زمانہ میں اس کو جلدی سے اُچک لیا۔

اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! تو میرے لیے انس اور دل کا چین تھا، لانبی راتوں میں بھی اور مختصر راتوں میں بھی۔

تُونے موت کا وہ پیالہ پیا ہے جس کو عنقریب تیرا بوڑھا باپ بڑھاپے کی حالت میں پیے گا۔

بلکہ دنیا کا ہر آدمی اس کو پیے گا، چاہے وہ جنگل کا رہنے والا ہو یا شہر کا رہنے والا ہو۔

پس سب تعریفیں اسی وَحدَہٗ لَاشَرِیکَ لَہٗ کے لیے ہیں جس کی لکھی ہوئی تقدیر کے یہ کرشمے ہیں۔

ابو عامرؒ کہتے ہیں کہ:

اس کے بعد جو رات آئی تو جب میں اپنے وظائف پورے کر کے لیٹا ہی تھا کہ میں نے خواب میں ایک نور کا قبہ دیکھا جس کے اوپر اَبر کی طرح نور ہی نور پھیل رہا ہے۔ اس نور کے اَبر میں سے اس لڑکے نے مجھے آواز دے کر کہا:

ابو عامر !!!!!!!

تمھیں حق تعالیٰ شانہٗ جزائے خیر عطا فرمائے (تم نے میری تجہیز و تکفین کی اور میری وصیت پوری کی۔)

میں نے اس سے پوچھا کہ میرے پیارے! تیرا کیا حال گزرا؟

کہنے لگا کہ

میں ایسے مولیٰ کی طرف پہنچا ہوں جو بہت کریم ہے اور مجھ سے بہت راضی ہے۔ مجھے اس مالک نے وہ چیزیں عطا کیں جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کان نے سنیں، نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خیال گزرا۔ یہ ایک مشہور حدیثِ پاک کا مضمون ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کا پاک ارشاد ہے کہ:

"میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے کبھی دیکھیں، نہ کان نے سنیں، نہ کسی کے دل پر ان کا خیال گزرا"

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تورات میں لکھا ہے کہ:

"حق تعالیٰ شانہٗ نے ان لوگوں کے لیے جن کے پہلو رات کو خواب گاہوں سے دور رہتے ہیں (یعنی تہجد گذاروں کے لیے) وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کان نے سنا، نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خیال گذرا، نہ ان کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے، نہ کوئی نبی رسول جانتا ہے۔"

اور یہ مضمون قرآنِ پاک میں بھی ہے:

"کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لیے خزانۂ غیب میں موجود ہے۔"

اس لڑکے نے کہا کہ

★

حق تعالیٰ شانہ' نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جو بھی دنیا سے اس طرح نکل آئے جیسا میں نکل آیا، اس کے لیے یہی اِعزاز اور اِکرام ہیں جو میرے لیئے ہیں۔

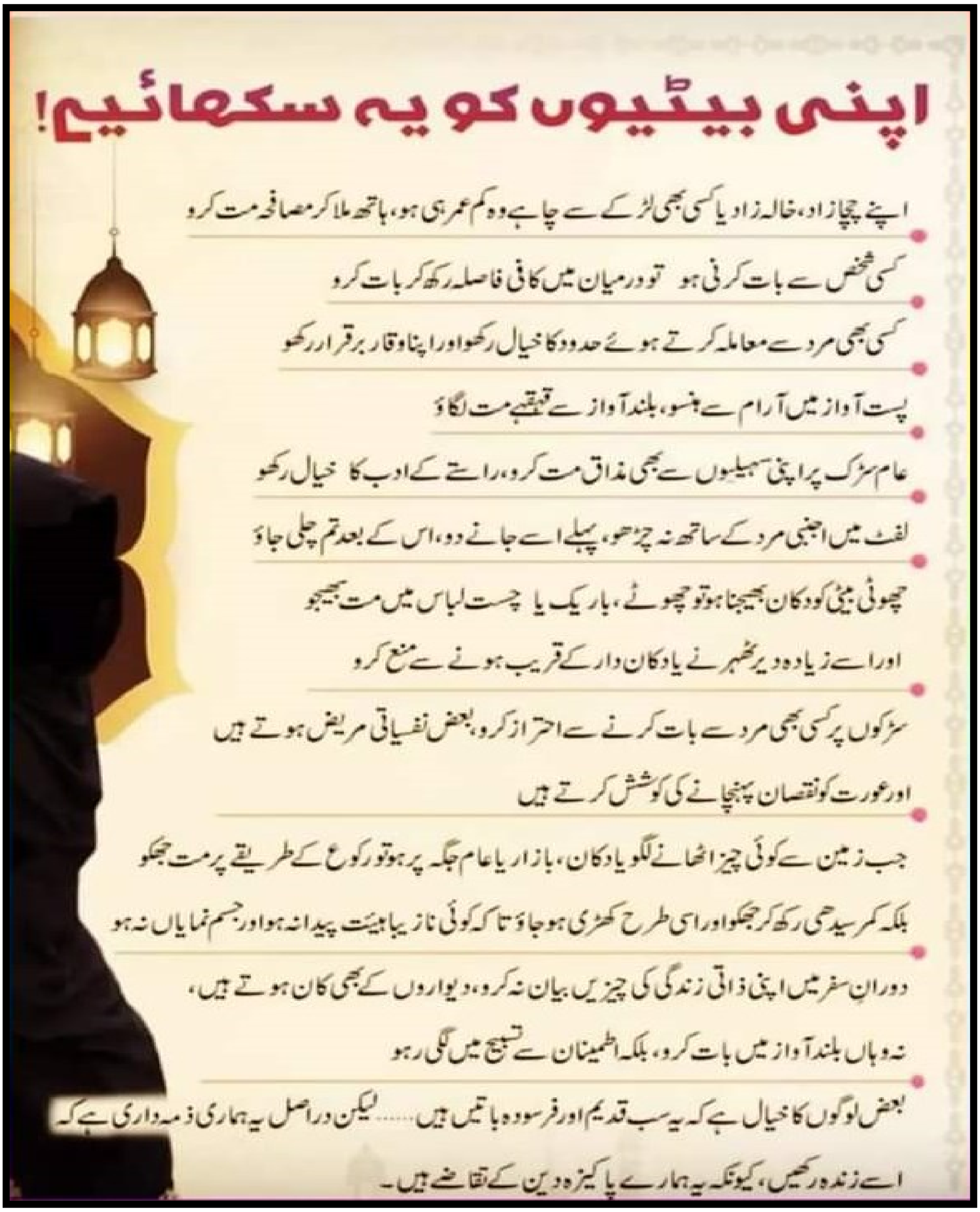

# نظم

اگر فرصت ملے تو
سنا ہے تم بہت مصروف ہو
مصروف بھی اتنے کہ فرصت تم سے ملنے کو ترستی ہے
سنو!
مصروفیت کے دائرے کو پار کر
فرصت سے ملنے کا کبھی موقع ملے تو
سب سے پہلے خود سے ملنا
پھر فراغت کا کوئی لمحہ بچے تو
غم کے نم آلود رستوں پر کہیں سے دھوپ لا رکھنا
بھیگی شام سے ہوا کے دھیمے گیت سننا
آہٹوں کی تتلیوں کے رنگ چننا
بادلوں کی دھند میں چھپتے ہوئے منظر سے تصویریں بنانا
آئینہ رو ساعتوں کے عکس آنکھوں میں سجانا
وقت کے ساحل پہ گیلی ریت سے اک گھر بنانا
ہاتھ کے محراب سے دل کے دیے کی تھرتھراتی لو کو بجھنے نہ دینا
پیڑوں کے دامن سے لپٹی ہوئی چھاؤں میں سجی ہوئی باتیں چھپانا
اور پرندوں کی چہک سے نظم کے مصرعے بنانا
بادلوں کی اوٹ سے چھنتی ہوئی کرنوں سے
یادوں کی دھنک بھرنا
گر نہیں تو
کاسنی پھولوں کی صورت من کے سونے پن میں کھلنا
پھر بھی گر فرصت ملے تو۔
مجھ سے ملنا۔
حامد یزدانی

# دلچسپ اور عجیب

ریاض : سرزمینِ عرب پر دنیا کا ایک انوکھا ارضیاتی عجوبہ موجود ہے جس میں ایک بڑی چٹان دو برابر حصے میں تقسیم نظر آتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ گرم چھری سے مکھن کی ٹکیاں کاٹی گئی ہے یا لیزر سے پہاڑ کو تراشا گیا ہے کیونکہ باریک جھری کے دونوں اطراف اتنے ہموار ہیں کہ موسمیاتی اثرات کی بجائے کسی لیزر شعاع سے وجود میں آئے ہیں۔

یہ عجوبہ سعودی عرب کی مشہور وادیِ تیما کے نخلستان میں موجود ہے۔ ال نسلا چٹان میدان کے عین درمیان موجود ہے۔ بھاری چٹان کے دونوں حصے ایک ایک چھوٹے سے ابھار پر ایستادہ ہے۔ ریتیلے پتھر (سینڈ اسٹون) سے بنی یہ چٹانیں خوبصورت شوپیس کی مانند دکھائی دیتی ہیں۔ صرف سعودی عرب ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے سیاح اسے دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ ان میں ارضیات داں بھی ہیں لیکن وہ اب تک اس کی تسلی بخش وجہ بیان نہیں کر سکے ہیں۔

اگرچہ اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے لیکن قیاس ہے کہ شاید 4000 ہزار برس قبل یہ چٹان دو برابر حصوں میں کٹ گئی تھی اور دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ یہ عین درمیان سے اس طرح کٹی ہوئی ہے کہ کسی نے لیزر سے اسے دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا ہے۔

لوگوں کا قیاس ہے کہ قدیم تہذیب نے یہ چٹان تراشی ہے یا کسی خلائی مخلوق کا شاخسانہ ہے۔ اس پر ایک جانور (گھوڑے) کے نقوش بھی کاڑھے گئے ہیں جو خود کئی ہزار برس قدیم ہیں۔ چٹان کی پچھلے حصے پر عربی تحریر اور انسانی نقوش بھی نمایاں طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

ماہرین کا خیال ہے کہ شاید دھیرے دھیرے زمین کھسکنے سے یہ پتھر دو برابر حصوں میں تقسیم ہوا ہے۔ یا شاید چٹان فالٹ لائن پر واقع ہے جس میں وقت کے ساتھ کوئی درز بنا ہے۔

# آپریشن دوارکا

قوموں کی تاریخ میں کئی آزمائشیں آتی رہتی ہیں۔ یہ آزمائشیں دراصل اس قوم کی شجاعت، ہمت، حوصلے، وقار اور حب الوطنی کا امتحان ہوتی ہیں اور صرف وہی قومیں ہر امتحان میں سرخرو ہوتی ہیں جن کا ایک ایک فرد اور ادارہ اپنے وطن کی حفاظت اور سر بلندی کے لیے جان لڑا دے۔ مملکت خداداد پاکستان کو اپنے قیام سے ہی مختلف النوع آزمائشوں کا سامنا رہا ہے لیکن 1965 کی پاک بھارت جنگ پاکستان کی تاریخ کا سب سے کٹھن امتحان تھا۔

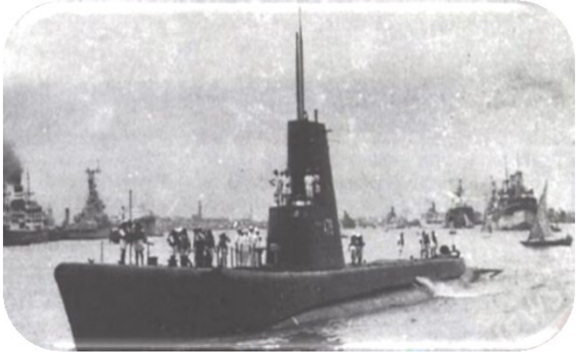

ستمبر 1965 میں ہم سے کئی گناہ بڑی فوج اور بے پناہ اسلحہ رکھنے والے دشمن ملک بھارت نے 6 ستمبر کی رات کو وطن عزیز پر کئی محاذوں سے حملہ کر دیا۔ دشمن کا خیال تھا کہ پاکستان اس کے لیے ترنوالہ ثابت ہو گا جسے وہ باآسانی نگل لے گا لیکن شاید اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس کا پالا کس شیر دل قوم سے پڑا ہے۔ پاکستان بھارت کے لیے حلق کا کانٹا ثابت ہوا۔ اور سترہ روز جاری رہنے والی جنگ میں افواج پاکستان نے اپنی بے پناہ قربانیوں اور کامیابیوں سے قوم کا سر فخر سے بلند کر دیا۔

جہاں حملہ آور فوج کو پاکستان کی بری اور فضائی افواج سے ہزیمت اٹھانی پڑی وہیں اسے پاک بحریہ کا لگایا گیا زخم صدا یاد رہے گا۔ 1965 کا معرکہ پاکستانی قوم کے عزم، ہمت اور جواں مردی کا کڑا امتحان تھا۔ دشمن اپنی عددی برتری کے زعم میں یہ بھول گیا تھا کہ فوج بڑی ہونے سے جنگ نہیں جیتی جا سکتی۔ جنگ جیتنے کے لئے جذبے، حوصلے اور ارادے بڑے ہونے چاہئیں۔ دشمن کی چالوں اور عزائم کو ناکام کرنے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ آپ دشمن سے ہمیشہ ایک قدم آگے رہیں۔

اگر آپریشن دوارکا کا باریک بینی سے جائزہ لیں تو پاک بحریہ کی جنگی مہارت اور حکمت عملی پہ داد دیے بنا نہیں رہا جا سکتا۔ 1965 کی جنگ میں پاک بحریہ کو پہلی بار جنگی سطح پر اپنی پیشہ ورانہ قابلیت دکھانے کا موقع ملا اور اپنے پہلے آپریشن سے ہی پاک بحریہ نے اپنی قابلیت اور پیشہ ورانہ مہارت کا لوہا منوا لیا۔

آپریشن سومنات، آپریشن دوارکا کے نام سے مشہور ہے۔ دوارکا آپریشن پاک بحریہ کی طرف سے بھارتی شہر گجرات کے ساحلی قصبے دوارکا پر حملے کی داستان ہے۔ دوارکا میں بھارت کی بحری بندرگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ریڈار سسٹم نصب تھا جس کی مدد اور راہنمائی سے بھارتی ہوائی فوج پاکستان کے مختلف شہروں خاص طور پر کراچی جیسے اہم تجارتی و معاشی مرکز پر فضائی حملے کر رہی تھی۔ کراچی شہر بندرگاہ کی وجہ سے بھی خصوصی اہمیت کا حامل تھا جس کی فوری حفاظت یقینی بنانا پورے ملک کے لئے بے حد اہم تھا۔

اس لیے شہر قائد کو بھارتی حملوں سے محفوظ رکھنے اور دشمن فوج کے حوصلے پست کرنے کے لئے دوارکا بندرگاہ اور ریڈار اسٹیشن کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ یوں تو بھارت کی تمام افواج کے پاس پاکستان کی نسبت زیادہ اسلحہ تھا مگر پاک بحریہ کو اپنی غازی آبدوز کی بدولت بھارتی بحریہ پر فوقیت حاصل تھی۔ اس وقت تک بھارت کے پاس آبدوز نہیں تھی پاکستان نے اپنی اس برتری کا استعمال کرتے ہوئے غازی آبدوز کو گہرے پانیوں میں تعینات کر دیا۔

غازی آبدوز کی ذمہ داریوں میں بھارتی بحریہ کے بڑے جنگی جہازوں اور طیارہ بردار بیڑے 'وکرانت' سے نپٹنا تھا۔ غازی آبدوز کا بھارتی بحریہ پہ اتنا خوف طاری ہوا کہ انہوں نے اپنے طیارہ بردار بیڑے 'وکرانت' کو محفوظ رکھنے کے لیے اسے سات سو کلومیٹر دور جزائر انڈمان میں لے جا کر چھپا دیا۔ اس کے علاوہ غازی آبدوز کی دہشت سے بھارتی بحریہ کے کسی جنگی جہاز کی کھلے سمندر میں نکلنے کی ہمت نہ ہوئی۔ کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ ان کا کوئی بھی بحری جہاز غازی آبدوز سے بچ کر نہیں جا سکتا۔

اپنی اس حکمت عملی کی کامیابی کے بعد پاک بحریہ نے ایک اور جرات مندانہ فیصلہ کیا۔ پاک بحریہ نے کراچی سے 350 کلومیٹر دور دوارکا بندرگاہ پر حملے کا منصوبہ بنایا۔ پاک بحریہ نے سات بحری جنگی جہازوں شاہ جہاں، بدر، بابر، خیبر، جہانگیر، عالمگیر اور ٹیپو سلطان پر مشتمل بیڑا تیار کیا جس کی قیادت کمانڈر پاکستان فلیٹ کموڈور ایس ایم انور کر رہے تھے۔ 7 اور 8 ستمبر کی رات بحری بیڑے نے اپنا سفر شروع کیا ان کا مشن رات کے اندھیرے میں دوارکا بندرگاہ اور ریڈار اسٹیشن کو تباہ کرنا تھا۔

پاک بحریہ کا بحری بیڑا رات کی تاریکی میں ریڈیو سگنلز استعمال کیے بغیر آگے بڑھ رہا تھا کیونکہ ریڈیو سگنلز استعمال کرنے سے دشمن کو پاک بحریہ کی منصوبے کی بھنک پڑ سکتی تھی اس لیے سمت کا تعین کرنے کے دیگر طریقے استعمال کیے گئے۔ جب پاکستان کا بحری بیڑا دوارکا کے قریب ایسی پوزیشن پر پہنچ گیا جہاں سے پورا شہر پاکستانی توپوں کی زد میں تھا تب تک رات کے بارہ بج چکے تھے۔ 8 ستمبر کو رات بارہ بج کر چھبیس منٹ پر فائر کا حکم ملا اور پاک بحریہ کی آگ اگلتی توپوں نے منٹوں میں دوارکا بندرگاہ، ریڈار اسٹیشن اور رن وے تباہ کر دیا۔ مشن مکمل کرنے کے بعد پاکستان کا بحری بیڑا پورے اطمینان اور حفاظت سے واپس لوٹ آیا۔ اس حملے اور غازی آبدوز سے دشمن اس قدر بوکھلاہٹ کا شکار ہوا کہ ان کے کسی جہاز نے پاکستان کے بحری بیڑے کا پیچھا تک نہ کیا۔

پاک بحریہ کی طرف سے 1965ء کی جنگ میں کیا جانے والا یہ دوارکا آپریشن پاکستان کی تاریخ کا ایک انمٹ باب اور پاک بحریہ کی پیشہ ورانہ کارکردگی کا ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔ اس کامیابی کی وجہ سے ہر سال 8 ستمبر کو یوم بحریہ منایا جاتا ہے اور آپریشن دوارکا میں حصہ لینے والوں کے عزم اور حوصلے کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے اس کے ساتھ ہی وطن عزیز کے دفاع اور وقار کی حفاظت کے لئے ہر لمحہ تیار رہنے کا عزم کیا جاتا ہے۔

1965 کے بعد 1971 کی جنگ میں بھی پاک بحریہ نے وطن عزیز کے دفاع اور مشرق پاکستان میں بری فوج کی مدد کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جنگوں میں اپنی کارکردگی کا لوہا منوانے کے علاوہ پاک بحریہ ہر وقت ملکی وقار کی بلندی اور وطن عزیز کی ★

سلامتی کے لئے تیار نظر آتی ہے۔پاک بحریہ کمبائنڈ ٹاسک فورس150 اور 151 کا حصہ ہے جس کا مقصد میری ٹائم سیکیورٹی، بحری قزاقی اور سمندر میں دہشت گردی کی روک تھام کو یقینی بنانا ہے۔سی پیک کے تناظر میں پاک بحریہ کی ذمہ داریاں کئی گنا بڑھ گئی ہیں جنہیں پاک بحریہ بطریق احسن نبھا رہی ہے۔میری ٹائم سیکٹر میں

امن و استحکام کے قیام کے لیے پاک بحریہ نے ریجنل میری ٹائم سیکورٹی پٹرول جیسے اہم اقدامات کیے ہیں جنھیں بین اقوامی سطح پر بحری تحفظ کے فروغ کے لیے بہت سراہا جارہا ہے۔

# ادبی تنقید اور فلسفیانہ اصطلاحات کی تاریخ

زندگی کے کسی شعبے میں نئے آنے والوں کو اپنا منفرد مقام بنانا گویا بھڑوں کا چھتا چھیڑنے کے مترادف ہے۔ اسی طرح ادب میں نئے لکھنے والوں کے لئے ہر وہ شخص ہی ٹی ایس ایلیٹ یا گوپی چند نارنگ ہے جس نے ایک مصرع کہا ہو۔ اس کے برعکس چند لوگ بے لوث محبت اور حوصلہ افزائی کرنے والے بھی ہیں لیکن جیسا کہ میں نے کہا چند۔ لہٰذا بیٹھے بیٹھے خیال آیا تنقید کی تواریخ اور ادب میں مستعمل فلسفیانہ اصطلاحوں کا خود مطالعہ کیا جائے اور تقریظ، تنقیص یا رائے کی صورت میں انھیں جذب کیا جائے تاکہ آئندہ طعنہ زن نام نہاد ناقدین کو سمجھا جائے وہ کس حد تک اپنے موقف پہ درست ہیں اور کس حد تک محض حسد کی بنا پر مخالفتیں مول لیتے ہیں۔

اس خطے کے لوگوں کی پہلی اور تقصیر یہی ہے خواہ مذہب ہو یا ادب، ہم نے چند افراد کو معتبر سمجھ کر ان کے نظریات پہ یقین کر لیا اور از خود سوچنے اور مطالعہ کرنے کی کوشش ترک کر دی۔ ایک شاعر دوسرے شاعر کا قائل نہیں ہوتا تو دونوں ساری زندگی یہ ثابت کرنے میں گزار دیتے ہیں کہ دوسرا شاعر ہی نہیں ہے۔ ادب اور اس کی اصطلاحیں جتنی زیادہ ہو گئی ہیں اتنی پیچیدہ بھی ہو گئی ہیں گویا کتنا ہی بڑا شاعر کیوں نہ ہو عصر حاضر کی تنقید کے کسی نہ کسی پہلو میں کمزور کیا جا سکتا ہے، لہٰذا کسی گھمنڈی نقاد کی بجائے از خود آسان کر کے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تحریر اور تنقید کا آغاز خدا جانے کب سے ہوا مگر ہمیں پہلے تو تہذیب بابل میں دیواروں پہ کندہ کچھ واضح کچھ مٹے ہوئے لفظ ملے مگر یونانی تہذیب میں چند شاگردوں نے اپنے اساتذہ کی گفتگو محفوظ رکھ کر انھیں امر کر دیے جس میں متعدد نام لئے جا سکتے ہیں مگر ادب اور ادیب یا شاعر پہ گفتگو افلاطون اور ارسطو نے ہی باقاعدہ موضوع بنا کے شروع کی۔ (قبل از بوطیقا ہم افلاطون کے بنیادی نظریے کو سمجھتے ہیں جو کہ میں ڈاکٹر جمیل جالبی کی تصنیف "ارسطو سے ایلیٹ تک" میں انتہائی اختصار کے ساتھ درج ہے۔

پھر Russel اور Durant نے بھی تاریخ فلسفہ کی کتابوں میں افلاطون پر بڑی مفصل خامہ فرسائی کی، مثلاً رسل کے ہاں "Plato 's Utopia" پڑھنے لائق ہے۔ (جو افلاطون کی تمام تعلیمات کا نچوڑ کہا جا سکتا ہے۔) کیا کریں ہمارا موضوع ادب، ادیب یا شاعر ہیں ورنہ شاید افلاطون پہ بات کہاں سے شروع ہو، کتنی کی جائے سمجھ نہیں آتا، شاید ہی کرہ ارض پہ کوئی صاحب فہم ہو جو افلاطون کے اتنے زرخیز دماغ سے متاثر نہ ہوا ہو!

ویسے Whitehead کا قول یاد آ جاتا ہے کہ یورپی فلسفے کی روایت میں ہر فلسفی افلاطون کے footnotes کو بیان کرنے کے بعد فلسفی کہلایا۔

★

The safest general characterization of the Europe philosophical tradition is that it consists of a series of footnotes to Plato

کتاب نمبر دس کے آغاز پر ایمرسن کا قول بھی موجود ہے

"یہ وہ کتاب ہے جس میں دنیا کی ہر کتاب کا مواد موجود ہے۔"

یونان کے فلسفیوں کو تفکر کے لئے اتنی فراغت کیسے نصیب ہوئی اور اتنی غیر معمولی باتیں جنھیں ہزاروں سال بعد بھی زیر بحث لایا جارہا ہے اس کو سمجھنے کے لئے یونان کا مختصر محل وقوع جاننا ضروری ہے یعنی 1۔یونان کا سازگار موسم Geographical Condition جس کی وجہ سے زمین بھی انتہائی زرخیز تھی وہ کھیتی باڑی کرتے تھے فصل بونے کے بعد پکنے تک تعلیم وتربیت پہ دھیان دیتے، ڈرامے / نقلیں دیکھتے، جنگی مشقیں کرتے یا ذہانت کی کھیلیں کھیلتے۔

نفسیاتی اعتبار سے سوچنے والوں کے کے لئے مناسب موسم نمو بخش ثابت ہوتا ہے۔2۔سماجی روابط Cultural Interaction (یونان مختلف چھوٹے بڑے قبائل میں تقسیم تھا اور ہر قبیلے کو بندرگاہ کی سہولت میسر تھی جس کی وجہ سے دوسرے علاقوں سے لوگ آتے جاتے تھے اور اسی بنا پر ہر قبیلہ صاحب مال و دولت کے حوالے سے فائز المرام تھا۔ذہن کھلنے کا دوسرا باعث سماجی روابط ہیں 3۔مذہبی آزادی یا اظہار خیال کا حق، یہ قبیلے آپس میں شاید اسی دولت یا جنگجوؤں کی وجہ سے امن قائم کیے ہوئے تھے مگر اس کے باوجود ایتھنز اور سپاٹنز کی جھڑپیں ہوتی رہیں، ہر قبیلہ خود مختار تھا اس لئے یونان کے دانشوروں نے جمہوریت کا نظام متعارف کروایا تاکہ ہر فیصلے کو عوامی مقبولیت کی بنا پر قبول کیا۔اس ماحول میں یونان کے انتہائی امیر گھرانے کا اک چشم و چراغ روشن ہوتا ہے جس کی روشنی میں ہر اعلی تعلیم یافتہ شخص کھڑا رہے گا۔

افلاطون نے کئی موضوعات پر تفصیلی گفتگو کی جن میں سے ادب اور شاعر بھی ایک موضوع ہیں: وہ شاعر کو ایک روشنی یا نور اور پرواز کرنے والی پاک چیز سمجھتا ہے جس پر شاعری کی دیوی جس کا نام یونانی Mythology میں Calliope بتایا جاتا ہے، مہربان ہو جاتی ہے کیونکہ شاعری جیسا فن الہامی قوت کا صور پھونکنے سے ہی ممکن ہوتا ہے۔مثلاً دیوی ہر شاعر سے مختلف کام لینا چاہتی اس لئے ہر شاعر حمد، کورس، ایپک، آئی مبک، ٹریجیڈی یا ان اصناف میں استعمال ہونے والی متعدد بحروں پہ یکساں دسترس نہیں رکھتے بلکہ کوئی ایک صنف میں ہی بہترین ادب تخلیق کرسکتے ہیں۔

اس پہ الہامی قوت کا سایہ ہوتا ہے اس لئے وہ بہکا ہوا باغی یا مجنون دکھائی دیتا ہے، اس قوت کا سایہ اسے عام نہیں ہونے دیتا۔ افلاطون کی نظر میں اس لئے شاعر ایک بااخلاق معلم، صحیح علم والا عالم، اور درست اندازہ لگانے سے قاصر ہوتا ہے۔دراصل شاعر حقیقت سے دو درجے دور ہوتا ہے، وہ جس چیز کو بیان کرتا ہے وہ حقیقت سے دو درجے دور ہوتی ہے مثلاً کوئی شاعر اگر سیب کی تعریف کرتا ہے تو وہ "نقل کی نقل" کی تعریف کررہا ہے۔اس کی دلیل میں صاحب فہم کہتا ہے اصل سیب کا تصور خداؤں کے ذہن میں موجود ہے درخت اس سیب کی نقل اگاتا ہے اور شاعر اس نقل کی تعریف کرتا ہے گویا شاعر حقیقت سے

دو درجے دور ہے۔ اس لحاظ شاید وہ مصور کو شاعر سے بہتر سمجھتا ہو۔ اختصار کا دامن ترک نہ کرتے ہوئے نظریات کو مختصر پیش کیے دیتا ہوں:

• اکثر شعرا کسی چیز میں گم رہتے ہیں وہ اس کے پس پردہ حقائق تک رسائی نہیں پانا چاہتے۔

• شاعر کو مصیبت یا آفت بیان کرنے کی اجازت قطعاً نہیں دینی چاہیے البتہ ایک شرط پر کہ وہ اگر یہ پریشانی بیان کرے تو اسے خدا کی طرف منسوب نہ کرے اور اگر خداؤں کی طرف منسوب کرنا چاہے تو اس مصیبت کو اپنے حق میں بہتر ثابت کرے۔ خداؤں کی طرف شر منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

• شاعری سننے والے حساس بنا دیتی ہے نوجوان ریاست / وطن پہ مرنے کی بجائے مجنوں بن جاتے ہیں۔ ایسے مجنوں اور باغیوں کو آزاد نہیں چھوڑا جاسکتا۔

• شاعری عورت کی طرف متوجہ کرتی ہے اور عورت محض جنسی تسکین کا ذریعہ ہے۔ (حالانکہ اس نظریے کی وجہ سے انھیں فلسفی کہنے پہ زیادہ خوشی نہیں ہوتی) شاعری ان جذبات کو ابھارتی ہے جن کا ترک کرنا بہتر ہے۔

یہ وہ عناصر جس کے باعث افلاطون شعرا کو اپنی "مثالی ریاست" جس کے قیام کا تصور اس نے بیان کیا تھا، میں رہنے کی اجازت نہیں دے گا۔ وہ شعرا کو عزت کے ساتھ شہر بدر کرنے کا کہتا تھا مگر اسی وقت اسے چند شعرا اس لئے بھی چاہییں کہ جب ریاست کی فوج فاتح ہو کر واپس لوٹے تو ان کے لئے تعریفی کلمات لکھے جائیں مگر یہ کلمات پہلے ناظم تعلیم اور داعیان قانون چیک کریں گے۔ (اس پر میرا ایک آرٹیکل "ہم سب" پہ موجود ہے، جس کا عنوان ہے، "فنون لطیفہ کے لئے افلاطون اور موجودہ ڈکٹیٹر میں فرق")

ان سب قدغنوں کے باوجود ادب کے متعلق چند باتیں آج بھی ہزاروں سال بعد زیر بحث ہیں: مثلاً "فن کی نقل کا مسئلہ" شاعری کی ہیت و مقصدیت، اور شاعری کی آفاقیت۔" یہ موضوعات افلاطون سے شروع ہوئے اور شاید آخری انسان تک ادب سے باہر نہیں نکل سکتے کیونکہ ادب دراصل اس Triangle میں بند ہے۔

★

# رشتوں کے زخم

شادی کی تقریب میں ایک پرانی جاننے والی خاتون ملی، اس سے علیک سلیک ہوئی اور میں اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ وہ مجھے دیکھ کر بے حد محظوظ ہو رہی تھی۔ اور کہہ رہی تھی کافی عرصے سے میں آپ کے پاس ملنے کے لئے آنا چاہتی تھی۔

"کیوں خیریت ہے"

"اللہ کے فضل سے بالکل خیریت ہے۔ دراصل آپ تو جانتی ہیں کہ بیوگی میں عورت کی زندگی کیا ہوتی ہے۔ پندرہ سالوں سے دنیا کے رنگ دیکھ رہی ہوں..... ماشاء اللہ بچے اب بڑے ہو گئے ہیں۔ روپے پیسے کی کمی نہیں ہے۔

بچے بہت چھوٹے تھے اور میں بھی، جوان تھی، آپ یقین جانیں جس پر مصیبت ٹوٹتی ہے۔ وہی جانتا ہے، میرے ماشاء اللہ تین بھائی ایک بہن اور بیوہ ماں ہے۔ ماں کی دلجوئی مجھے حوصلہ دیتی ہے، مگر اتنے نزدیکی رشتے دار ہیں وہ ذرا بھر پرواہ نہیں کرتے کہ یہ بیوہ ہو گئی ہے، بے آسرا ہے۔

اس کی مدد ہی کر دیں۔ خاوند گھر کی چھت ہوتا ہے۔ اور اگر گھر سے چھت گر جائے تو جان لیں ایک عورت کا کیا حال ہوتا ہے۔ ہمارا معاشرہ صرف چڑھتے سورج کی پوجا کرتا ہے۔ میں نے بچوں کی خاطر دوسری شادی نہیں کی، ایک لحاظ سے اچھا ہی کیا ہے۔ ورنہ آج میرے بچے ماشاء اللہ پڑھ لکھ کر اچھے عہدوں پر فائز نہ ہوتے۔ ایک بیٹا ہے اور ایک بیٹی اب ان کی شادیوں کا وقت آ گیا ہے۔ جب میں بہت پریشان تھی اور چاہتی تھی کہ میرے بہن بھائی میری مدد کریں مگر مدد تو ایک طرف وہ کبھی کبھی غیروں کی طرح ملتے تھے۔

آج بچے جب بڑے ہو گئے ہیں میرا بیٹا سب کام بخوبی سنبھال رہا ہے تو وہ گاہے بگاہے حال چال پوچھ لیتے ہیں۔ آپ کے پاس گھر ہو اور آسائشیں بھی ہوں تو میں کہوں گی وہ آسائشیں آپ کے دکھوں کو کم نہیں کر سکتیں، دکھ انسان کو خود ہی جھیلنے پڑتے ہیں۔

میں نے اس کی گفتگو سنی تو جواب دیا۔ خدا کا شکر کریں ساری آسائشیں موجود تھیں۔ اگر آپ کے پاس زندگی گزارنے کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا تو آپ اندازہ نہیں کر سکتیں کتنی مشکلات کا سامنا کرتیں۔ ابھی تو سب کچھ موجود ہے آپ کے پاس تو آپ کے چھوٹے موٹے کام بہن بھائی نہیں کرتے اگر آپ کے پاس روزی کا ذریعہ نہ ہوتا تو میں وثوق سے کہتی ہوں اس دور میں کوئی بھی آپ کی مدد نہ کرتا کسی نے آپ کی مالی مدد نہیں کرنی تھی ابھی تو ان کو معلوم ہے کہ آپ کو کسی قسم کی ضرورت نہیں ہے اور وہ سلام دعا اچھے طریقے سے کر لیتے ہیں ورنہ آپ کی زندگی اجیرن ہو جانی تھی۔

وہ دور اور تھا جب پڑوسی کو معلوم ہوتا تھا کہ ہمارا پڑوسی تکلیف میں ہے اور پڑوسی ہونے کے ناطے وہ مدد بھی کرتا اور دلجوئی بھی

اسی طرح بہن بھائی ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے مگر آج تو کایہ ہی پلٹ گئی ہے خونی رشتہ ہو یا غیر کوئی نہیں پوچھتا اس لئے توقع مت رکھیں یہ دنیا ایسی ہی ہے جہاں مطلب ہوتا ہے دنیا کھنچی ہوئی وہاں جاتی ہے۔

جہاں مطلب نہیں ہے چاہے آپ کا بہن بھائی کیوں نہ ہو وہاں جانے سے گریز کرتے ہیں لیکن ایک بات ضرور کہونگی بے شک غرض کی دنیا ہے مگر ابھی بھی ہمارے معاشرے میں لوگوں کے پاس اعلیٰ ظرف اور وضع دری ہے کچھ لوگ صرف خلوص محبت اور اپنائیت سے ایک دوسرے کو ملتے ہیں۔

میری باتیں سن کر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ خوشی کے موقع پر روئے' اس کی دل جوئی کی اور اس نے اپنی باتوں کا موضوع بدل دیا۔

مجھے رہ رہ کر ایسے لوگوں پر غصہ آرہا تھا بے شک افراتفری کا دور ہے مگر ایک انسان مشکل میں ہے اس کی راتیں تکلیف میں گزرتی ہیں تو اس کی حاجت روائی کرنی چاہئے۔ یہ زندگی چند روز ہے کوشش کرنی چاہئے جتنا ہو سکے لوگوں کے دکھوں کا مداوا بنیں ان کی تکلیفیں دور کریں۔

★

# دو پرانی چیزیں

کوئی چیز جب پرانی ہو جاتی ہے کہ تو دل سے اُتر جاتی ہے۔ یا تو ہم اُسے پھینک دیتے ہیں یا یوں ہی بے پروائی سے کہیں ڈال دیتے ہیں۔ یہ بات مادّی چیزوں کے بارے میں ہے۔ لیکن غیر مادّی چیزوں مثلاََ کسی ہُنر یا فن کے لئے بھی یہ بات غلط نہیں ہے۔
بعض چیزیں کارآمد نہیں رہتیں تو لوگ اُن کو بھول جاتے ہیں۔ بعض ہُنر بھی کار آمد نہیں رہتے تو لوگ اُن کو سیکھنا چھوڑ دیتے ہیں لیکن بعض ہنر یا مشغلے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے فائدے باقی رہتے ہیں پھر بھی لوگ اُن کو بھلا دیتے ہیں۔
کیوں؟ اس لئے کہ وہ فن یا ہُنر مفید تو ہیں لیکن اُن کے بغیر بھی کام چل جاتا ہے۔ ایسی ہی دو پرانی چیزوں کو آج میں یاد دلانا چاہتا ہوں۔
یہ دونوں چیزیں مادّی نہیں ہیں بلکہ ہُنر ہیں اور ان کا رواج آج بھی ہے بلکہ پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔
ان دونوں ہُنروں نے بڑی ترقی کی ہے اور آلات یا مشینوں سے بھی ان کی ترقی میں مدد ملنے لگی ہے لیکن میں اُن کو پرانی یا بھولی ہوئی چیزوں میں اس لئے شمار کر رہا ہوں کہ پہلے کی طرح اب ان کا شوق نہیں رہا۔ اب ان ہُنروں کو لوگ صرف کمائی کیلئے سیکھتے ہیں پہلے ان کو ذاتی مشغلے اور ایک ذاتی خوبی کے طور پر بھی سیکھتے تھے۔
خوش نویس، خطاط یا کاتب آج بھی ہیں اور بہت اچھا لکھنے والے ہیں۔ اُن کی قدر بھی بہت ہے اور قیمت بھی، یعنی وہ کما بھی خوب رہے ہیں لیکن عام پڑھے لکھے آدمی کو اب خوش نویسی یا خطی کا شوق نہیں رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب عام پڑھے لکھے آدمی کا خط لکھا نہیں رہا۔
اب زیادہ تعداد اسے لوگوں کی ملے گی جن کو بد خط کہا جا سکتا ہے۔ پہلے ہر پڑھا لکھا آدمی نہیں تو اکثر تعلیم یافتہ لوگ خوش خط ہوتے تھے۔ خوش خطی کو خوبی سمجھا جاتا تھا اور یہ لازمی خوبی تھی۔ جس آدمی کا خط اچھا نہیں ہوتا تھا گویا اُس میں کوئی کمی یا کسر ہے۔
اس کا نتیجہ یہ تھا کہ بد خط آدمی دوسرے کے سامنے شرماتا تھا۔ خوش خطی ایک زیور کی طرح تھی کہ جس کے پاس ہے وہ دولت مند ہے اور خوش قسمت ہے۔
پہلے زمانے میں چھپائی اتنی عام نہیں تھی اور سستی بھی نہیں تھی۔ اس لئے کتابیں مشکل سے ملتی تھیں۔
بہت سے لوگ جن کو ان کی ضرورت کی کتاب میسر نہیں آتی یا وہ اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتے تھے وہ کسی سے کتاب مانگ کر اس کی نقل خود کر لیا کرتے تھے۔ ان کو لکھنے کی مشق بھی ہوتی تھی اور خط بھی اچھا ہو تا تھا۔ اس طرح ان کی مشق اور بڑھ جاتی تھی۔

آج بھی اس مفید مشغلے کو دوبارہ عام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر طالب علم کو اپنی فرصت کا تھوڑا سا وقت خوش خطی کی مشق کرنے کے لئے نکالنا چاہیے۔ یہ ایک ایسا ہنر ہے جس کو سیکھنے میں فائدہ ہی فائدہ ہے نقصان کوئی نہیں ہے۔

دوسرا ہُنر ''جِلد بندی'' کا ہے۔

پرانے زمانے میں ہر پڑھا لکھا آدمی تو نہیں لیکن اکثر لوگ اپنی کتابوں کی جلدیں خود ہی بنالیا کرتے تھے ٹوٹی ہوئی جِلدوں کی مرمت خود کرلیا کرتے تھے۔ وہ یہ کام کسی اسکول یا ٹریننگ سنٹر میں جا کر سیکھتے تھے بلکہ اپنے بڑوں کو دیکھ کر خود بھی ان کی نقل کرنے لگتے تھے اور کرتے کرتے اُن کو یہ ہُنر خوب آجاتا تھا۔

اصل میں کتاب کی جِلد بنانا کتاب سے محبت کا ایک حصہ ہے جس آدمی کو کتاب سے محبت ہوتی ہے وہ کتاب کو خراب خستہ حالت میں نہیں دیکھ سکتا۔ کہیں سے ورق پھٹ گیا تو وہ اس پر فوراً چیپی لگا کر اس کو زیادہ پھٹنے سے بچانا چاہتا ہے۔

یہی چاہت اس کو کسی نہ کسی درجے میں ''جَلد بندی'' کا ہُنر سکھا دیتی ہے اور وہ اپنی کتابوں کی جِلدیں بنا بنا کر اُن کی عمریں بڑھا لیتا ہے۔ جِلد کتاب کا لباس ہے۔ جس طرح لباس انسان کو موسم سے محفوظ رکھتا ہے اسی طرح جِلد کتاب کی حفاظت کرتی ہے۔

آج کل جلد اتنی مہنگی بننے لگی ہے کہ اکثر جلد بنوانے کی ہمت نہیں رہتی۔ اگر نونہال مشغلے کے طور پر ''جلد بندی'' سیکھ لیں تو ان کو ایک مفید ہُنر آجائے گا۔ وہ اپنی کتابوں کی جَلدیں بنانے کے علاوہ فرصت کے وقت میں دوسروں کی جلدیں بنا کر کچھ کما بھی سکتے ہیں۔

یہ دونوں ہُنر نہایت مفید، شریفانہ اور باعزت ہُنر ہیں۔ اگر نونہال روزانہ نہیں تو دوسرے تیسرے دن ہی کچھ وقت ان کو سیکھنے میں صرف کیا کریں تو کچھ عرصے میں ان کی خاصی آسانی اور مہارت ہو جائے گی اور ان کی خوبیوں میں اضافہ ہو جائے گا۔

★

# پروین شاکر کی زندگی پر اک نظر

محبت کی خوشبو کو شعروں میں سمو کر بیان کرنے والی منفرد لہجے کی شاعرہ پروین شاکر کو ہم سے بچھڑے 26 برس بیت گئے، لیکن ان کے الفاظ آج بھی ہزاروں دلوں میں اپنے زندہ ہونے کا احساس دلا رہے ہیں، اور اس عظیم شاعرہ کے ہمارے درمیان موجود ہونے کی گواہی دے رہے ہیں۔

خوشبو کی شاعرہ پروین شاکر 24 نومبر 1952ء کو کراچی کے ایک مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد سید ثاقب حسین بھی ایک شاعر تھے۔

پروین شاکر نے انگلش لٹریچر اور زبان دانی میں گریجویشن کیا اور بعد میں انہی مضامین میں جامعہ کراچی سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ ان کو ایم بی اے کی ڈگری امریکہ کی ہاورڈ یونیورسٹی سے حاصل کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔

پروین شاکر 9 سال تک استاد کی حیثیت سے درس و تدریس کے شعبے سے وابستہ رہیں اور پھر بعد میں سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔

1986ء میں کسٹم ڈیپارٹمنٹ میں بحیثیتِ سیکرٹری خدمات سرانجام دیں، جب کہ امریکہ کی ایک یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے مکمل کیا گیا مقالہ، زندگی کے ساتھ نہ دینے کے سبب پیش کرنے سے قاصر رہیں۔

پروین شاکر کو اردو کے منفرد لب و لہجے کی شاعرہ ہونے کی وجہ سے بہت ہی کم عرصے میں وہ شہرت حاصل ہوئی جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت قلیل سی متاعِ حیات میں وہ کارنامے سرانجام دیے جن کی بدولت آپ کو "پرائیڈ آف پرفارمنس" اور "آدم جی" ایوارڈز کے ساتھ ساتھ "خوشبو کی شاعرہ" کے خطاب سے نوازا گیا۔

پی ٹی وی کے پروگرامز میں بہترین میزبان کی حیثیت سے بھی جلوہ گر ہوئیں۔ وہ اپنی اولین کتاب کی اشاعت سے پہلے ہی ادبی رسالوں کے ذریعے ہزاروں دلوں میں اپنی جگہ بنا چکی تھیں، جب کہ 1976ء میں محض 24 برس کی عمر میں پروین شاکر کی پہلی کتاب "خوشبو" شائع ہونے پر اس کو بے حد پذیرائی ملی۔ یوں پروین شاکر کے فکر و فن کی خوشبو چار سو پھیل گئی۔ "خوشبو" کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ پہلی اشاعت کے چھے ماہ بعد ہی اس کا دوسرا ایڈیشن چھاپنا پڑا۔ اس کتاب نے پروین شاکر کے ادبی کیریر میں نئی روح پھونک دی۔

پروین شاکر نے کچی عمر اور نسلِ نو کے جذبات کی ترجمانی سے الفاظ اور جذبات کو ایک انوکھے تعلق میں باندھ کر سادہ الفاظ میں نسائی انا، خواہش اور انکار کو شعر کا روپ دیا۔ گہری شاعری کے اسلوبِ بیاں نے پروین شاکر کو جلد ہی شہرت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔

اب اگر پروین شاکر کی ذاتی زندگی پر نظر دوڑائی جائے، تو ان کی ذاتی زندگی کا دکھ ازدواجی زندگی کے اختتام پر منتج ہوا۔ انہوں نے کراچی کے ڈاکٹر نصیر علی سے شادی کی جس سے ایک بیٹا مراد علی پیدا ہوا۔ بعد ازاں ڈاکٹر نصیر سے طلاق لے کر ازدواجی زندگی کو خیر آباد کہہ دیا۔

ان کی شاعری کے موضوعات میں جہاں محبت، عورت اور اقدار کا گراں قدر احساس موجود ہے، وہاں ان کی شاعری میں دکھ اور حزن

کی کیفیت بھی ابھر کر سامنے آتی ہے۔

میں سچ کہوں گی مگر پھر بھی ہار جاؤں گی

وہ جھوٹ بولے گا اور لاجواب کر دے گا

پروین شاکر کا شمار ان چند ایک خواتین میں ہوتا ہے جنہوں نے خود کو منوایا۔ انہوں نے عورت کے مشرقی احساس، کٹھن، دکھ اور ملال کی جو منظر کشی کی، ان سے پہلے کسی شاعرہ نے نسوانی جذبات کو اتنی نزاکت سے بیان نہیں کیا۔ ماں کے جذبات، شوہر سے ناچاقی اور علاحدگی، ورکنگ وومن کے مسائل، ان سبھی کو انہوں نے بہت خوبصورتی سے قلم بند کیا ہے۔ جب کہ ان کی شاعری میں روایت سے انکار اور بغاوت بھی نظر آتی ہے۔

پروین شاکر کی پوری شاعری ان کے اپنے جذبات اور درد کے احساسات کا اظہار ہے۔ ان کی شاعری میں قوسِ قزح کے ساتوں رنگ نظر آتے ہیں۔ اسی وجہ سے انہیں دورِ جدید کی شاعرات میں نمایاں مقام حاصل ہے۔

پروین شاکر کے شعری مجموعے 1976ء میں "خوشبو"، 1980ء میں "صد برگ"، 1990ء میں "خود کلامی"، 1990ء ہی میں "انکار" اور 1994ء میں "ماہِ تمام" شائع ہوئے۔

انہوں نے شاعری کے ساتھ ساتھ کالم نویسی بھی کی۔ ابھی فن وادب کے متوالے پوری طرح سیر اب بھی نہ ہو پائے تھے کہ خوشبو بکھیرتی پروین شاکر 26 دسمبر 1994ء کو پیر کے دن اسلام آباد اپنے آفس جاتے ہوئے ٹریفک حادثے میں 42 سال کی عمر میں خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ آپ نے اپنی شاعری میں کہا تھا کہ

مر بھی جاؤں تو کہاں لوگ بھلا ہی دیں گے

لفظ میرے مرے ہونے کی گواہی دیں گے

جب کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کی نظموں اور غزلوں کے الفاظ آج بھی نوجوان نسل اور شاعری کے دل دادہ لوگوں کی زبانوں پر اور دلوں میں زندہ ہونے کا احساس دلا رہے ہیں۔ وہ جس لہجے میں بات کرتیں اچھی لگتیں۔

پروین شاکر کی نظمیں بھی اسی معیار کی ہیں جو گہرے تخلیقی تاثر میں ڈوبی ہوئی ہیں اور ان کی عظمت کے اثبات کے لیے کافی ہیں۔

انہوں نے غزلیں تو ایسی عمدہ کہیں کہ زبان زدِ خاص وعام ہو گئیں، مثلاً غزل کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

کو بہ کو پھیل گئی بات شناسائی کی

اس نے خوشبو کی طرح میری پذیرائی کی

کیسے کہہ دوں کہ مجھے چھوڑ دیا ہے اس نے

بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی

وہ کہیں بھی گیا لوٹا تو میرے پاس آیا

بس یہی بات ہے اچھی میرے ہرجائی کی

★

تیرا پہلو ترے دل کی طرح آباد رہے
تجھ پر گزرے نہ قیامت شب تنہائی کی
اس نے جلتی ہوئی پیشانی پہ جب ہاتھ رکھا
روح تک آگئی تاثیر مسیحائی کی
اب بھی برسات کی راتوں میں بدن ٹوٹتا ہے
جاگ اٹھتی ہیں عجب خواہشیں انگڑائی کی

ان کی نظمیں بھی کمال کی ہیں، جیسے نمونہ کے طور پر "نک نیم" ملاحظہ ہو، جس نے کافی مقبولیت حاصل کی:

تم مجھ کو گڑیا کہتے ہو
ٹھیک ہی کہتے ہو!
کھیلنے والے سب ہاتھوں کو میں گڑیا ہی لگتی ہوں
جو پہنا دو مجھ پہ سجے گا
میرا کوئی رنگ نہیں
جس بچے کے ہاتھ تھما دو
میری کسی سے جنگ نہیں
سوچتی جاگتی آنکھیں میری
جب چاہے بینائی لے لو
کوک بھرو اور باتیں سن لو
یا میری گویائی لے لو
مانگ بھرو سیندور لگاؤ
پیار کرو آنکھوں میں بساؤ
اور پھر جب دل بھر جائے تو
دل سے اٹھا کے طاق پہ رکھ دو
تم مجھ کو گڑیا کہتے ہو
ٹھیک ہی کہتے ہو!

★

# حشرات الارض

آیئے! آج ایک بالکل نئی دنیا کی طرف چلتے ہیں۔

یہ حشرات کی دنیا ہے، اب تک صرف حشرات 'اِنسیکٹس' کی نو لاکھ مختلف اَقسام 'اسپیشیز' اس زمین پر شناخت کی جا چکی ہیں جو سب قبیلوں میں سب سے زیادہ تعداد میں ہیں۔ خیال ہے کہ بیس فیصد اور بھی ہیں جن کو اب تک شناخت نہیں کیا جا سکا ہے، (یاد رہے یہ صرف چھ پیر والے کیڑوں مکوڑوں کی بات ہو رہی ہے، چھ سے زیادہ پیروں والے جیسے: مکڑی، کیکڑے، صدپا، وغیرہ۔ اور دیگر سارے 'آرتھوپوڈز' ان میں شامل نہیں)۔

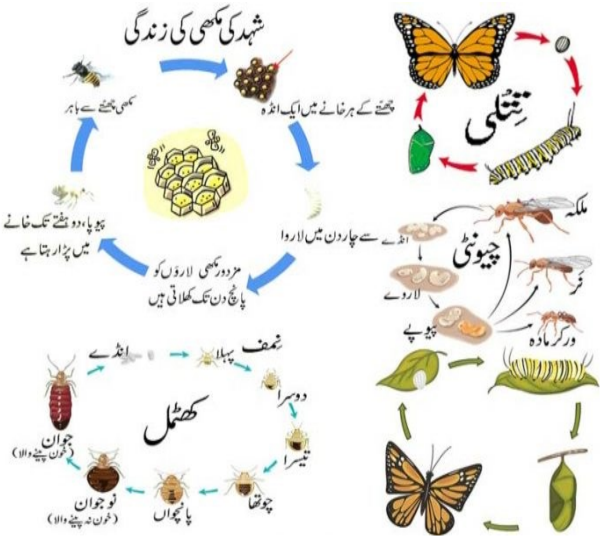


یہ تو دور کی بات ہے کہ زمین پر ہم کو اِن سے کیا فائدہ ہے، اِن کی سب سے بڑی اہمیّت یہ ہے کہ اگر کسی بھی وجہ سے ان کی ساری یا چند نسلیں بھی ختم ہو جائیں تو سبزیاں اور پھل جو ہم مزے لے کر کھاتے ہیں زمین سے ناپید ہو جائیں گے، نہ شہد ہو گا نہ ریشم، کیا یہ کچھ کم نقصان ہو گا؟

صرف ایک شہد کی مکھی اتنے پھلوں اور سبزیوں کی 'پولی نیشن' میں مدد دیتی ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتی تو ہم شہد کے علاوہ تین چوتھائی پھلوں اور سبزیوں سے محروم ہو جاتے۔

اس کے بر خلاف اگر سب انسان بھی اس زمین سے رُخصت ہو جائیں تو اس زمین کی زندگی پر کچھ نمایاں فرق نہ پڑے سوائے اس کے کہ چند جوئیں اور پیٹ کے کیڑوں کو غذا کی تلاش میں ذرا سی مشکل ہو گی۔

پھر دوسرے جانوروں کے مقابلے میں حشرات کی زندگی بھی عجیب زندگی ہے۔ پیدا ہونے کے بعد، چار چار، چھ چھ، آٹھ آٹھ بالکل مختلف شکلیں تبدیل کر کے جوان ہوتی ہیں۔

حشرات اُس خاندان 'فائیلم' سے تعلق رکھتے ہیں جس کا نام 'آرتھوپوڈا' ہے۔ 'آرتھو' معنی جُڑے ہوئے، 'پوڈ' معنٰی پیر۔ ان کے جسم کی ساخت کو قائم رکھنے کے لئے اندر زِندہ ہڈیوں کے بجائے باہر مُردہ خَول ہوتا ہے، جب یہ پیدا ہو کر نشو نما پاتا ہے تو ان کے جسم کے لئے پرانا خَول چھوٹا پڑ جاتا ہے۔ ہر بار ان کو اپنا خول توڑ کر باہر آنا پڑتا پھر ان کو نیا خَول ملتا ہے۔

پھر ان میں کسی کی آدھی سے زیادہ زندگی پانی کے اندر گزرتی ہے، کوئی پھولوں کا رس چوستا ہے تو کوئی خون، کوئی دوسرے کیڑوں کو کھاتا ہے تو کوئی اپنے سے بڑے جانوروں کا گوشت، تو کوئی نباتات۔ ★

سب سے حیرت انگیز زندگی ریشم کے کیڑے کی ہے، جو جوان ہونے کے بعد کچھ کھاتا ہی نہیں صرف انڈے دیتا ہے اور مر جاتا ہے۔

## تِتلیاں:

یہ درخت کے پتّوں پر انڈے دیتی ہیں، اس سے رینگنے والا کیڑے 'کیٹر پلّرز' پیدا ہوتے ہیں، جو اِن ہی پتّوں کو کھاتے ہیں، بڑے ہوتے جاتے ہیں، خَول بدلتا جاتا ہے، پھر آخر میں خود اپنے اطراف ایک خَول بنا کر خود ہی اس میں قید ہو جاتے ہیں، ہے کوئی جو اپنی مرضی سے اپنی قید خود پسند کرے؟ اس کی زندگی کے اس حصے کو 'پیوپا' کہتے ہیں، دیکھنے میں تو یہ مُردہ لگتا ہے کھاتا ہے نہ پیتا ہے، لیکن اس کے اندر اتنا زبردست کام ہو رہا ہے جو باہر سے نظر بھی آتا ہے، پورے کا پورا ڈزائین ہی تبدیل ہوتا ہے، ایک رینگنے والے کیڑے سے ایک اُڑنے والی تِتلی بن کر باہر آ رہا ہے، اس میں حیرت بھی ہے اور غور و فکر کا اعلیٰ مقام بھی۔

## شہد کی مکھیاں:

اس کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم، ملکہ مکھی: اس کے پیدا ہو کر بڑا ہونے تک ۱۶ دن لگتے ہیں، اس کی زندگی ۲ سے ۳ سال کی ہوتی ہے۔

دوسری قسم نکھّے (ڈرونز): ان کو پیدا ہو کر بڑے ہونے تک ۲۴ دن لگتے ہیں، ان کی زندگی دو ہفتے کی ہوتی ہے۔

تیسری قسم، مزدور مکھی (ورکر)، ۲۱ دن میں بڑی ہوتی ہے، اور ۶ ہفتے تک زندہ رہتی ہے۔

ایک چھتّے میں تقریباً پچاس ہزار مکھیاں ہوتی ہیں۔

ملکہ مکّھی کا کام صرف انڈے دینا ہے۔ ایک چھتّے میں ایک سے زیادہ ملکہ مکھیاں پیدا ہو جائیں، تو ایک مکھی کا فرض ہر تا ہے کہ وہ اپنی سب بہنوں کو ختم کر دے۔ ملکہ مکھی اپنے چھتّے سے دور جا کر دوسرے نکھے تلاش کرتی ہے۔

نکّھے، ملکہ مکھی کو ڈھونڈ کر ان سے ملتے ہیں اور اس کے بعد فوراً ہی مر جاتے ہیں۔

پھر ملکہ اپنے چھتّے میں واپس آ کر اس کے ہر خانے میں ایک انڈہ دیتی ہے، تین سے چار دن میں اس میں سے لاروا نکلتا ہے، جس کو مزدور مکھی کھلاتی ہے۔

جب کئی مرتبہ جون تبدیل کرنے کے بعد لاروا بڑا ہو جاتا ہے تو آخر میں پیوپا میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

پیوپا کے اندر دو ہفتے تک زبردست تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، جس کے بعد وہ مکھی بن کر اپنے سخت اور مُردہ خَول کو توڑتی ہے اور خانے سے باہر آ جاتی ہے۔

## چیونٹیاں:

★ اس کی بھی تین قسمیں ہوتی ہیں:

پہلی قسم، ملکہ چیونٹی۔

دوسری قسم، نرچیونٹا'ڈرون'۔

تیسری قسم، کام والی 'ورکر چیونٹی'۔

ملکہ چیونٹی ہزاروں کی تعداد میں انڈے دیتی ہیں۔ اِن سے تین قسم کے لاروے نکلتے ہیں، جن کو کام والی چیونٹیاں غذا تیار کر کے فراہم کرتی ہیں۔ لاروے کھا کھا کر جب موٹے ہوتے جاتے ہیں تو ہر بار اپنا نرم خَول بدلتے جاتے ہیں۔

پھر آخر میں وہ لاروے سخت خَول والے پیوپوں میں خود اپنے آپ کو بند کر لیتے ہیں۔ اور پیوپوں میں خالق جیسے چاہتا اُن کو نرم کیڑوں سے بالکل مختلف ڈیزائین میں بنا کر باہر نکال لے آتا ہے، اِن میں سے چند ملکہ بناتے ہیں چند سو نرچیونٹے 'ڈرونز' بناتے ہیں، اور لاکھوں کی تعداد میں کام والی چیونٹیاں 'ورکر' مادہ پیدا کرتے ہیں مگر یہ انڈے نہیں دے سکتیں۔

کام والیاں کئی قسم کی ہوتی ہیں، پورے کنبے کی حفاظت کرنے والیاں 'فوجی'، باہر سے پتّے دانے لانے والیاں 'شکاری'، اِن کو جراثیم سے پاک کرنے والی 'صفائی والیاں'، پھر وہ چیوٹیاں جو سخت دانوں اور پتّوں کو خانوں میں جما کر اِس سے نرم پھپوند اُگاتی ہیں 'کاشتکار چیونٹیاں'، تب جا کر لاروں اور پورے کنبے کو کھلاتی ہیں۔

## کھٹمل:

اِس کی زندگی ان تینوں سے مختلف ہے۔ سب سے پہلے انڈے سے ایک بچہ نکلتا ہے جس کو 'نِمف' کہا جاتا ہے، یہ بچہ تقریباً اپنے ماں باپ جیسا ہی ہوتا ہے، صرف رنگ کا فرق ہوتا ہے، شروع میں یہ بہت چھوٹا اور اِس کا رنگ بالکل ہلکا ہوتا ہے، جیسے جیسے بڑا ہوتا جاتا ہے، اس کا رنگ بھورا پھر سُرخ ہوتا جاتا ہے۔

خاص کر 'نمف' بچے انسانی خون زیادہ پسند کرتا ہے، جب یہ خون پی کر اپنے سخت اور بے جان خَول کو توڑ کر باہر آجاتا ہے، تو پھر رب تعالیٰ اس کو دوسرا خَول عطا کرتا ہے، اس کو بچپن سے جوانی تک پانچ بار اپنا خَول بدلنا ہوتا ہے، پانچویں بار جب یہ اپنی جون بدلتا ہے تو مکمل جوان ہو چکا ہوتا ہے، اب وہ جو خون پیتا ہے تو اس کا رنگ زیادہ سُرخ اور پیٹ لمبا ہو جاتا ہے۔

توجہ کیجیے! اب تک 'اِنسیکٹس' کی نولاکھ (۹۰۰،۰۰۰) مختلف اَقسام 'اسپیشیز' دریافت ہو چکی ہیں۔ ان کو دریافت کرنے والوں، نام رکھنے والوں، پڑھنے اور پڑھانے والوں میں کوئی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ جو کہے کہ "اللہ کے پاس 'چوآئیس' نہیں تھی، اُس نے جو بنا دیا سو بنا دیا،"۔ اس زمین پر زندگی کاربن کی بنیاد پر ہے، کیا وہ چاہتا تو سیلیکون کی بنیاد پر حیات کو تشکیل نہیں دے سکتا تھا؟

★

# حقیقی تبدیلی لانے والے دس لوگ

۱: میں ایک کلرک ہوں۔ میری تنخواہ پچیس ہزار روپے ہے۔ میں ہر ماہ اپنی تنخواہ میں سے محلے کے قصاب سے چھ سو روپے کا آدھا کلو چھوٹا گوشت لے کر اپنے کسی عزیز رشتے دار کے گھر بھیج دیتا ہوں۔ یہ گوشت ہماری طرف سے صدقہ ہو جاتا ہے۔

۲: میرا ایک چھوٹا سا کریانہ سٹور ہے۔ میں روزانہ پچاس روپے کاروبار سے نکال کر گولک میں ڈال دیتا ہوں۔ میں ہر ماہ پندرہ سو روپے اپنے محلے کی ڈسپینسری میں دے آتا ہوں۔ وہاں معائنہ فیس پچاس روپے کے عوض مریضوں کو ادویات دی جاتی ہے۔ میری طرف سے ایک مہینے میں تیس مریضوں کا علاج ہو جاتا ہے۔

۳: میں اپنے کاروبار سے روزانہ سو روپے الگ کر کے اپنی بیوی کے پاس جمع کرواتا ہوں۔ مہینے کے بعد ہم تین ہزار روپے کا راشن بیگ ایک غریب گھرانے کو بھجوا دیتے ہیں۔

۴: میں محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوں۔ سینئر سبجیکٹ سپیشلسٹ ہوں۔ میں ہر ماہ باقاعدگی سے اپنی تنخواہ میں سے پانچ ہزار روپے الگ کرتا ہوں۔ ہم ہر سال ماہ رمضان میں اپنے شہر کے یتیم خانے میں قیام پذیر بچوں کو عید کے نئے کپڑے لے کر دیتے ہیں۔ ہمارے بجٹ سے ساٹھ پینسٹھ بچوں کے لیے تین دن کے دیدہ زیب کپڑوں کا انتظام آسانی سے ہو جاتا ہے۔

۵: میری کپڑے کی دکان ہے۔ میں ہر ماہ باقاعدگی سے اپنی آمدنی میں سے دس ہزار روپے الگ کرتا ہوں۔ یہ سال کے ایک لاکھ بیس ہزار روپے بنتے ہیں۔ میں ہر سال ایک یتیم بچی کی شادی و رخصتی کا بندوبست کرتا ہوں۔

۶: میں ڈاکٹر ہوں۔ میرا معمول ہے کہ میں اپنی آمدنی میں سے کینسر سوسائٹی کے ذریعے روزانہ ایک غریب مریض کے لیے کیموتھراپی کا انجیکشن ڈونیٹ کرتا ہوں۔

۷: ہم دونوں میاں بیوی سرکاری سکول میں پڑھاتے ہیں۔ ہم ہر ماہ اپنی تنخواہ میں سے ایک معقول حصہ الگ کرتے ہیں۔ اور ہر ماہ کے پہلے سنڈے کو اپنے محلے کے دینی مدرسے میں پڑھنے والے ہاسٹلائز بچوں کو مدرسے میں جا کر کھانا پیش کرتے ہیں۔

۸: میری پوش علاقے میں ایک بیکری ہے۔ میں نے اپنے علاقے کے دونوں گرلز اینڈ بوائز سکولوں کے ہیڈ ماسٹرز کو کہہ رکھا ہے کہ یتیم طلباء و طالبات کی یونیفارم اور جوتے میرے ذمہ ہیں۔ یہ کام کئی سال سے جاری ہے۔ الحمدللہ اس مقصد کے لیے دو سو روپے روزانہ الگ کر دیتا ہوں۔

۹: میرا ریسٹورینٹ ہے۔ میں روزانہ پچاس لوگوں کو اپنے ریسٹورینٹ سے رات کا معیاری کھانا پارسل صورت میں دیتا ہوں۔ تاکہ وہ غریب لوگ گھر جا کر اپنی فیملی کے ساتھ سیر ہو کر کھائیں۔

۱۰: میں انجنیئر ہوں۔ میں ایک نجی کمپنی میں جاب کرتا ہوں۔ میری بیوی بھی ایک بڑے تعلیمی ادارے میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتی ہے۔ ہم دونوں اپنی تنخواہ میں سے ہر ماہ باقاعدگی سے ایک مخصوص رقم الگ کرتے ہیں۔ ہم معذور افراد کے لیے قائم ایک ادارے کو ہر ماہ ایک وہیل چیئر عطیہ کرتے ہیں جو کسی مستحق معذور کو دے دی جاتی ہے۔

آئیں آج سے ہم بھی عزم کرتے ہیں کہ اللہ پاک کے دیے ہوئے رزق سے مستحق لوگوں کا حصہ نکالیں گے...!!"ایک آدمی تھا..... تمہاری طرح کا.... وہ ایک تتلی کے بچے کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ تتلی کا ننھا بچہ اپنے (cocoon حفاظتی ریشمی خول) میں بند تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ باہر نہیں آ پا رہا۔ اسے بہت کوشش کرنی پڑ رہی ہے... تو اس آدمی نے احتیاط سے اس 'کوکون' کو کاٹ کے کھول دیا اور تتلی کا بچہ باہر آ گیا۔ اسے لگا اس نے اسے تکلیف سے بچایا ہے مگر..... اس بچے کے پنکھ چھوٹے تھے اور مکمل طور پہ بن نہیں سکے تھے سو وہ جلدی مر گیا۔ جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ اگر وہ کوکون سے نکلنے کے لئے خود اسٹرگل کرتا تو اس کے پروں تک خوراک پہنچتی۔ وہ انہیں زور لگا کے پھیلاتا تو وہ مضبوط بنتے۔ وہ اپنے زور پہ باہر آتا تو صحت مند ہوتا۔ ہماری پریشانیاں بھی ہمارا کوکون ہوتی ہیں۔ ان سے نکلنے کے لئے تکلیف ہمیں ہی اٹھانی پڑتی ہے۔ میں تمہاری باتوں کی تکلیف سے نہیں ڈرتا۔ تم نے اچھا کیا مجھ سے سچ بولا۔ جھوٹ بول کے 'کسی کو تکلیف سے بچا کے خود ہی اس کا کوکون کھول دینا ٹھیک نہیں ہوتا۔ اس لئے اپنے دوستوں کو ان کے حصے کی تکلیف کاٹنے دینی چاہیے۔"

★

# طبِ نبوی ﷺ

اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو انواع واقسام کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس ملک کا گوشہ گوشہ گلستان ہے۔ یہاں کی مٹی زرخیز اور کسان جفاکش ہیں۔ آب وہوا میں بڑا تنوع ہے۔ دنیا کے تقریباً تمام پھل پاکستان کی سرزمین پر پیدا ہوتے ہیں۔

پاکستان کی آغوش میں بہترین ترشادہ پھل (سٹرٹ فروٹ) پیدا ہوتے ہیں۔ ترشادہ پھلوں کے خاندان میں لیموں، سنگترہ، کنو، چکوترا، فروٹر، مالٹا، مسمی پھل شامل ہیں۔ ترشادہ پھلوں میں حیاتین اور دیگر غذائی اجزاء بڑی مقدار میں ہوتے ہیں۔ یہ حیاتین ج سے بھرپور ہیں۔

اکثر ترشادہ پھل ترش ہوتے ہیں اور ان کی ترشی خون میں چونے کے اجزاء کو کم کر دیتی ہے۔ اس بناء پر اطباء کرام نزلہ، زکام، کھانسی اور دیگر بلغمی امراض میں ترشادہ پھلوں کے استعمال کی اجازت نہیں دیتے۔ ترشادہ پھلوں کے خاندان میں مِٹھا اور مسمی دو ایسے پھل ہیں جو ترش نہیں ہیں۔

میٹھا اور مسمی کو استعمال کرنے سے ہم ترشادہ پھلوں کے استعمال سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں اور ان کے مضر اثرات سے بھی محفوظ رہ سکتے ہیں۔

موسم کے اثرات سے انسانی بدن میں مختلف تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ بسا اوقات بعض عوارض بھی لاحق ہو جاتے ہیں۔ ان عوارض کے مداوا کے لیے قدرت نے ہر موسم میں پھل پیدا کیے ہیں۔ پھل نہ صرف کام و دہن کی لذت کا سامان کرتے ہیں بلکہ ان عوارض کا موثر اور مفید علاج ہیں۔

موسم گرما اور برسات میں جسم کی حدت محسوس ہوتی ہے طبیعت مالش کرتی ہے۔ بعض اوقات تو قے تک نوبت آجاتی ہے، ملیریا کی شکایت بھی ہو جاتی ہے۔ بدن میں تیزابیت بڑھ جاتی ہے اس سے ہاتھ اور پاؤں میں جلن اور مزاج میں برہمی اور بیقراری ہوتی ہے۔ دل کی گھبراہٹ کا عارضہ بھی ہوتا ہے، منہ کڑوا رہتا ہے۔ قدرت نے ان عوارض کے علاج کیلئے موسم گرما اور برسات میں مختلف پھل پیدا کیے ہیں۔

مِٹھا بھی انہی پھلوں میں گوناگوں خصوصیات اور افادیت کی بنا پر قابل ذکر ہے۔ مِٹھا ترشادہ پھلوں کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے اسے لیموں شیریں کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

طب یونانی کی رو سے مِٹھے کا مزاج سرد تر ہے۔ یہ حرارت کو تسکین دیتا ہے، خون کی حدت کو کم کرتا ہے۔ دل کی تفریح اور

تقویت کا سامان ہے۔ دل کی دھڑکن میں مفید ہے۔ مِٹھا تیزابیت کو کم کرتا ہے۔ ہاتھ پاؤں اور سینے کی جلن کو دور کرتا ہے۔ جسم کی تیزابیت اور فاسد مادوں کو خارج کرتا ہے۔

موسمی بخاروں میں اس کا استعمال انتہائی مفید ہے اور مِٹھا جگر کے لیے تو خاص پھل ہے۔ منہ کڑوا ہو اور جگر کا فعل درست نہ ہو تو یہ جگر کی اصلاح کرتا ہے اور جگر کیلئے بے حد فائدہ مند ہے۔ طبیعت کو سکون دیتا ہے۔ معدہ کی اصلاح کرتا ہے۔ ان خصوصیات کی بنا پر موسم گرما اور برسات کے عوارض میں مفید ہے۔ اس کے علاوہ بدن کی قوت مدافعت کو بڑھاتا ہے۔

قدرت نے مِٹھا کو وافر غذائی اجزاء اور حیاتین سے بہرہ مند کیا ہے۔ اس میں آبی اجزاء کثرت سے ہیں۔ اس لیے بدن کی خشکی میں مفید ہے حیاتین کی وجہ سے مِٹھا بدن کی نشوونما میں مفید ہے۔ اسے بچوں کو بھی کھلانا چاہیے۔ دانتوں اور آنکھوں کے امراض میں مفید ہے اور اس کا استعمال آنکھوں کو تقویت دیتا ہے۔

مِٹھا سرد تر ہے۔ اس اعتبار سے جو حضرات گرمی کا شکار ہوں ان کیلئے مِٹھے کا استعمال فائدہ مند ہے۔

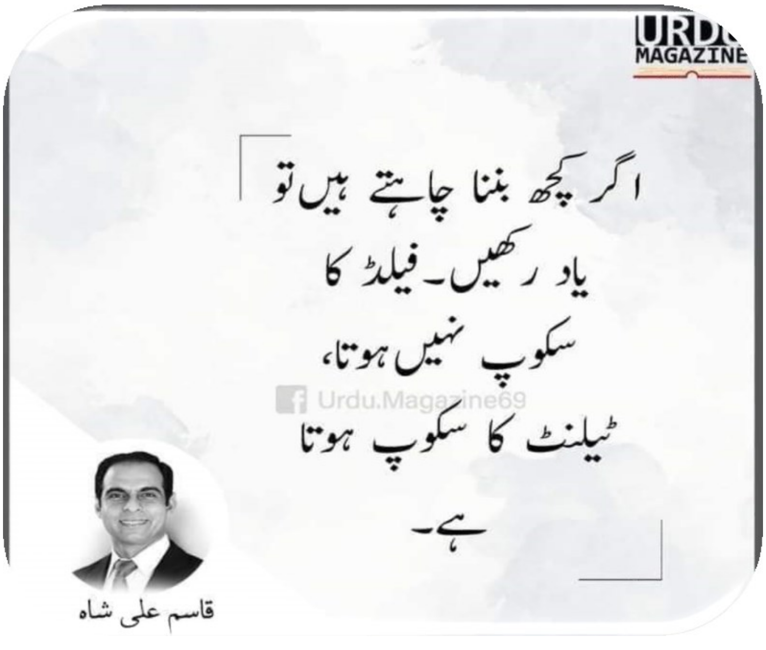

# جوڑوں کے درد کا علاج

کچھ درد، کچھ تکلیفیں ایسی بھی ہوتی ہیں جب درد وبال بن جاتا ہے اور خاص طور پر ایسا درد کہ جس کی وجہ سے زندگی پھولوں کی سیج سے کانٹوں کے بستر میں بدل جائے۔ اور ایسا اس وقت اکثر ہوتا ہے جب ہماری پور پور اور جوڑ جوڑ میں درد شروع ہو جائے۔
جی ہاں، آج ہم بات کریں گے جوڑوں کے درد کی جس کی سب سے عام وجہ ہے آسٹیو آرتھرائیٹس۔ یعنی۔ آسان اور سلیس زبان میں جوڑوں کی سوزش اور ورم۔

یوں تو آرتھرائیٹس کا مرض کئی طرح کا ہو سکتا ہے لیکن ہمارے معاشرے میں، خصوصاً پاکستان میں دو طرح کا آرتھرائیٹس سب زیادہ پایا جاتا ہے۔

1۔ آسٹیو آرتھرائیٹس (جسے عام طور پر جوڑوں کا مرض کہا جاتا ہے)

2۔ رہیو میٹوائڈ آرتھرائیٹس (جسے اردو میں جوڑوں کا پتھرانا بھی کہتے ہیں)

یہاں یہ یاد رہے کہ جب ہم عام طور پر کسی کو کہتے ہیں کہ فلاں کو جوڑوں کی پرانی بیماری یا مرض ہے، تو زیادہ تر اس سے مراد آسٹیو آرتھرائیٹس ہی ہوتا ہے کیونکہ یہ دنیا بھر میں آرتھرائیٹس کی سب سے زیادہ پائی جانے والی، یعنی کامن قسم ہے۔

آسٹیو آرتھرائیٹس ایک ویئر اینڈ ٹیئر والی بیماری ہے یعنی جس طرح گاڑی کو بار بار ناہموار راستوں پر سے گزارنے کی وجہ سے اس کے شاک ایبزاربر، اس کے سسپنشن گھس جاتے ہیں، ختم ہو جاتے ہیں، بالکل اسی طرح عمر کے ساتھ ساتھ، ہمارے جوڑوں کے سسپنشن جنھیں آپ کری ہڈی یا انگریزی میں کارٹیلیج بھی کہتے ہیں، وہ بھی آہستہ آہستہ پرانی ہو کر ختم ہو جاتی ہے۔ نتیجے کے طور پر ہماری ہڈیاں، ہمارے جوڑوں کے مقام پر آپس میں رگڑ کھانے لگتی ہیں، سو ہمارے جوڑوں سے آواز آنی شروع ہوتی ہے، ہمیں حرکت میں تکلیف ہوتی ہے، اور یہی تکلیف آگے بڑھ کر جوڑوں کے ورم اور سوزش میں بدل جاتی ہے جسے ہم آسٹیو آرتھرائیٹس کا نام دیتے ہیں۔

اب سوال ہے یہ کہ کون سے لوگ اس کے زیادہ رسک پر ہوتے ہیں؟

یہ بیماری عمر کے ساتھ ساتھ زیادہ ہوتی ہے چنانچہ وہ لوگ اس کے زیادہ رسک پر ہوتے ہیں جن کا وزن زیادہ ہو، یا وہ موٹاپے کا شکار ہوں۔

اس کے علاوہ عمر کے ساتھ اوسٹیو آرتھرائیٹس کا خطرہ بڑھتا ہے اور یہ بیماری چالیس سال کے بعد بہت زیادہ عام پائی جاتی ہے۔ ★

اسی طرح خواتین مردوں کے مقابلے میں اوسٹیو آرتھرائیٹس کے زیادہ رسک پر ہوتی ہیں۔ بلکہ دوگنے رسک پر ہوتی ہیں۔

یعنی خواتین میں آسٹیو ہونے کا چانس مردوں کے مقابلے میں دوگنا زیادہ ہوتا ہے

اور پھر اگر آپ کے خاندان میں کسی فرد کو اوسٹیو آرتھرائیٹس (جوڑوں کا مرض) ہے تو آپ کو اوسٹیو آرتھرائیٹس ہونے کا امکان زیادہ ہے یعنی فیملی ہسٹری بھی ایک رسک ہے۔

اسی طرح اگر آپ کی طرز زندگی میں حرکت اور ورزش زیادہ شامل نہیں اور آپ اپنا زیادہ وقت لیٹ کر یا بیٹھ کر گزارتے ہیں، تب بھی آپ اس مرض کے زیادہ رسک پر ہیں۔

**ہمارے جسم کے کون سے مقامات یا جوڑ ہیں جو۔ آسٹیو آرتھرائیٹس سے سب سے زیادہ متاثر ہوسکتے ہیں؟**

آسٹیو آرتھرائیٹس سب سے زیادہ ہمارے گھٹنوں، ہاتھوں کی انگلیوں، کندھوں، کولہوں اور پیروں کو متاثر کرتا ہے۔

## آسٹیو آرتھرائیٹس کی علامات:

آسٹیو آرتھرائیٹس کی علامات میں جوڑوں میں درد جو عام طور پر رات میں زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

جھکنے میں، ورزش کے دوران، سیڑھیاں چڑھنے میں رکاوٹ اور دقت

آرام کرنے کے بعد جوڑوں میں سختی

ہاتھوں اور پیروں کے جوڑوں کے اوپر چھوٹے چھوٹے گٹھے بھی بن جاتے ہیں۔

جوڑوں کے اوپر موجود جلد ہلکی گرم بھی ہوجاتی ہے، اور جوڑوں پر ہاتھ رکھنے سے بھی تکلیف ہوتی ہے۔

سو یہ وہ علامات ہیں جن سے، اور مریض کی کیس ہسٹری کی مدد سے ڈاکٹر یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ آپ کو کیا واقعی اوسٹیو آرتھرائیٹس ہے۔ اور اگر ہے تو پھر کون سی قسم کا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ کنفرم تشخیص ڈاکٹر بھی کچھ بلڈ ٹیسٹ اور ایکس رے کروانے کے بعد ہی کرتے ہیں۔

**ڈاکٹر اکثر "نی ری پلیسمنٹ" یعنی گھٹنے بدلوانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ کیا یہ علاج مناسب ہے؟**

جی آج کل یہ طریقہ علاج بہت تیزی سے مقبول ہورہا ہے۔ بنیادی طور پر سرجن کے پاس آرتھرائیٹس کے مسئلے کے حل کے لئے کم از کم تین سے چار طریقے ہوتے ہیں، دواؤں یعنی میڈیکل ٹریٹمنٹ کے علاوہ۔ جیسے آپ اپنے جوڑوں کی سطحیں ہموار کرنے، یا کرکری ہڈی کو بحال کرنے (جس کو آرتھرواسکوپی کہا جاتا ہے) کے لئے جراحت کرواسکتے ہیں۔

★

اس کے علاوہ آپ اپنے پورے جوڑ کو تبدیل کرنے کے لئے بھی سرجری کرواسکتے ہیں اور اس کو ہی نی ری پلیسمنٹ کہا جاتا ہے۔ کولہے اور گھٹنے کے جوڑوں کو تبدیل کرنے کے لئے عام طور پر آرتھروپلاسٹی کا استعمال ہوتا ہے۔ آپ کا سرجن آپ کے متاثرہ جوڑ کو نکال دے گا اور اس کی جگہ پر خصوصی پلاسٹک اور میٹل سے بنے ہوئے مصنوعی جوڑ (پروستھیسس) لگائے گا۔

تیسرا طریقہ ہوتا ہے آرتھروڈیسس یعنی آپ اپنے جوڑ کو اس کی جگہ پر لانے کے لئے جراحت کرواسکتے ہیں۔ یہ اس وقت ہوتا ہے اگر آپ آرتھروپلاسٹی نہیں کرواسکتے ہیں تو، آپ کا سرجن آرتھروڈیسس آپریشن کا مشورہ دے سکتا ہے، جو آپ کے جوڑ کو اس کی مستقل جگہ پر بٹھا دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے جوڑ قدرے مضبوط ہو جائیں گے اور ان میں درد کم ہوگا، حالانکہ اس کو مزید حرکت نہیں دے پائیں گے۔

**کیا آرتھرائیٹس کا علاج گھر پر بھی ہو سکتا ہے؟**

جی بالکل۔ گھر پر علاج میں ہم دو زاویوں پر خاص توجہ دیتے ہیں، ایک تو حرکت، یعنی ورزش، مساج وغیرہ اور دوسرے خوراک۔

پہلے بات کر لیتے ہیں ورزش کی۔

آرتھرائیٹس کا علاج کرنے میں ورزش بہت ہی اہم ہے۔ مستقل ورزش نہ صرف آپ کو فعال اور متحرک رکھے گی، بلکہ یہ آپ کے عضلات کو مستحکم رکھنے اور آپ کے جوڑوں کو مضبوطی عطا کرنے میں معاون ہوگی۔ آپ کا ڈاکٹر، یا فزیوتھراپسٹ آپ کی لئے ورزش کا منصوبہ دستیاب کرا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر آپ کا وزن زیادہ ہے یا آپ موٹے ہیں تو ورزش کر کے اور صحت بخش غذاؤں کے ساتھ کوشش کریں۔ وزن زیادہ ہونے یا موٹے ہونے کی وجہ سے آپ کے جوڑوں پر اضافی بوجھ پڑتا ہے اور آپ کا مرض بگڑ بھی سکتا ہے، زیادہ بگڑ سکتا ہے

## برتنوں کو ہاتھ سے دھونا بہت مفید ہے

اگر تو کسی کے ہاتھوں کے جوڑوں میں تکلیف ہے تو یہ سننے میں تو عجیب لگے گا مگر ہر باورچی خانے میں کیے جانے والا یہ عام سا کام درحقیقت اس تکلیف میں کمی لانے کا باعث بنتا ہے۔ سب سے پہلے تو اپنے ہاتھ گرم پانی میں کچھ دیر کے لیے ڈبو دیں تاکہ پٹھوں اور جوڑوں کو سکون ملے اور ان کی اکڑن کم ہو۔ اس کے بعد برتن دھولیں۔

## جوڑوں کو گرم ٹھنڈے کا ٹریٹمنٹ دینا

آپ کو اس کے لیے دو پلاسٹک کے ڈبوں کی ضرورت ہوگی، ایک میں ٹھنڈا پانی اور کچھ آئس کیوبس بھر دیں جبکہ دوسرے میں ایسا گرم پانی ہو جس کا درجہ حرارت آپ چھونے پر برداشت کرسکیں۔ پہلے اپنے تکلیف دہ جوڑوں ٹھنڈے پانی والے ڈبے میں ایک منٹ کے لیے ڈبو دیں اور اس کے بعد تیس سیکنڈ تک گرم پانی والے ڈبے میں متاثرہ جگہ کو ڈبو دیں۔ اسی طرح ڈبوں کو

پندرہ منٹ تک بدلتے رہیں، مگر ہر ڈبے میں تیس سیکنڈ تک ہی متاثرہ جگہ کو ڈبوئیں تاہم آخر میں اس کا اختتام ایک منٹ تک ٹھنڈے پانی والے ڈبے میں تکلیف میں مبتلا جگہ کو ڈبو کر کریں۔

**ننگے پاؤں چہل قدمی:** کسی گھاس والے مقام پر ننگے پاؤں چہل قدمی میں گھٹنوں کے درد میں بارہ فیصد تک کمی ہوتی ہے۔

ایک امریکی تحقیق کے مطابق کھلی فضاء میں کچھ دیر تک ننگے پاؤں گھومنا تکلیف میں کمی کا باعث بنتا ہے مگر اپنی ایڑیوں کو اوپر اٹھا کر یا پنجوں کے بل چلنے کی کوشش نہ کریں کیونکہ اس سے جوڑوں پر دباؤ مزید بڑھ جاتا ہے۔

اس کے علاوہ، نیم گرم پانی میں نمک ڈال کر نہانے والے ٹب میں کچھ دیر بیٹھیں، وزن اٹھانے سے اور سیڑھیاں چڑھنے سے پرہیز کریں، رات میں صحیح زاویے میں سوئیں، مناسب آرام کریں۔ سورج کی روشنی لینا اور نیم گرم زیتون کے تیل سے جوڑوں کا مساج بھی مفید ہو سکتا ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ گھر میں متحرک رہیں اور ہلکی پھلکی فزیو تھراپی کرتے رہیں۔ فزیو تھراپی سے پہلے انگڑائی لے کر اپنے پٹھوں کو اچھی طرح متحرک کر لیں۔ وارم اپ ضرور کریں۔ ہڈیوں کے درد سے پٹھوں کی سوجن اور درد میں کمی لانے کے لیے کسی اچھی سی بام سے مساج کریں۔ موسم سرما میں بہت زیادہ احتیاط کی جائے، اور گھٹنوں اور جوڑوں پر گرم پٹی یا کوئی گرم کپڑا باندھ کر رکھا جائے۔

سو اس طرح درحقیقت کچھ غذائیں، ورزشیں اور گھریلو اشیاء آپ کے جوڑوں کے درد میں قدرتی طریقے سے نمایاں کمی لا سکتے ہیں جس کی طبی سائنس نے بھی تائید کی ہے۔

★

# نظم

گناہ کے درمیان
ہم ایک گناہ کے بیچ میں ہیں
جو سیاہ چادر کی طرح ہمیں لپیٹے ہوئے ہے
ہم سسک رہے ہیں
اور اپنے جسموں کو آئینہ بنانے کی
خواہش میں ہیں
ہماری روحیں
اندھیری دھند میں تیر رہی ہیں
اور ہم چمکیلی پتنگ کی ڈور تھامے
ایک اجنبی سمت دوڑ رہے ہیں
جب کوئی دستک ابھرتی ہے
تو ہم بدن کی دیوار توڑ کر
ایک دوسرے کے لئے اجنبی بن جاتے ہیں
بند دروازے کے پیچھے
اکمل نوید(anwer7star)

# کاش میں تیرے باورچی خانے کا ٹماٹر ہوتا

”ضرورت رشتہ کا اخبار میں اشتہار“ دے کر شادی کرنے والے ایک گھرانے میں لڑائی جھگڑا طول پکڑ رہا ہے اور میں وہاں منصف کے طور پر بلایا گیا ہُوں...!!اِس عمر میں سوچا نہ تھا یہ کام کرنے پڑ جائیں گے حالانکہ ابھی میری خود لڑنے جھگڑنے موج منانے کی عمر ہے مگر لوگ نہ جانے کیوں مجھے معزز آدمی سمجھنے لگتے ہیں۔ ملکہ ترنم نور جہاں اپنے پوتے پوتیوں سے کہا کرتیں تھیں.

” .. خبر دار کسی نے مجھے دادی اماں کہا“...

یہ منصف ہونا بھی ایک عجیب سا عمل ہے۔ ایک بہت بڑے اینکر نے اباّ جی کا شعر پروگرام میں سنانے کے بعد ایک دفعہ ٹیلی ویژن پروگرام میں Live بتایا... کہ بہت سے تھانوں کے انچارج اِس وقت اُن عورتوں کے ”خاوند“ ہیں جو لڑائی جھگڑے کے چکر میں تھانہ میں انصاف طلب کرنے منصف کے پاس آئیں اور منصف نے لڑائی کو طول دے کر موقع سے فائدہ اٹھالیا.

!! .. ظالم مرد کی شکایت کرنے والی... بس بس .. آگے کیا کہوں؟!!

مجھے یہ سوچ کر اکثر ہنسی آجاتی ہے کہ ایسی بیگمات کہہ سکتی ہیں... کہ

”وڈا تھانیدار اتے وِیخ... انصاف منگن آن والی دے سامنے ہتھیار ڈال بیٹھا؟“!!

بڑے بڑے دفتروں میں ایسی وارداتیں ہو چکی ہیں بیڑہ غرق ہو موبائل فون کا اور کلپس بنا کر فیس بک پر ڈالنے والے شیطانوں کا!...

ہمیں اس سے کیا.

.. ہم تو حالات حاضرہ پر گفتگو کرتے ہیں اور نچوڑ عوام کے سامنے رکھ دیتے ہیں.. کالم کی صورت میں۔

میرا خیال ہے منصف کے حوالے سے مزید گفتگو نہ کی جائے تو بہتر ہے...کچھ کالموں میں ایسی باتیں لکھنے پر مجھے کئی فون آئے! اور ایک ایک تازہ لطیفہ سُن کر ہنستے ہنستے فون بند کر گئے..؟!!میں نے دیکھا ہے جہاں گفتگو ناکام ہو جائے یا ناکام ہوتی نظر آئے آپ کوئی.

.. لطیفہ سنا کر... یا کوئی شعر چھینک کر ماحول خوشگوار بنا سکتے ہو... ہمیں اس ”فن“ نے بہت سے معاملات سلجھانے میں مدد دی ... ہر آدمی کے اندر In fact ایک عدد میراثی چھپا بیٹھا ہوتا ہے... بس آپ اپنے اندر کے مراثی کو جگائیں... اور فلاح پائیں یا من کی مراد پائیں..... جی... جی کیا فرمایا.... (پہلے میراثی صرف گلوکار یا طبلہ نواز کو کہتے تھے اب یہ اصطلاح زبان زد عام ہے

★

اور بہت سے لوگ اِس کی زد میں ہیں)

رات خبروں میں.

"..جی ہاں اِس وقت پھر یہ کام جاری ہے...بڑے بڑے اہم لوگ اہم ترین خبروں کے درمیان جگت بازی کر رہے ہیں...اور عوام..."ہواؤں کا رخ بدل رہی ہے"... جیسے اہم ترین فقرے کے درمیان چلتی "مزاحیہ خبروں" سے لطف اندوز ہوتے ہوئے... آنے والے دنوں میں ہوتی مثبت تبدیلی پر غور کرنے لگ پڑتے ہیں...کیونکہ...سیاسی بصیرت اب عام ہو چکی ہے اور عوام اِس سیاسی بصیرت سے مالامال ہو چکے ہیں.

"..چوہدری پرویز الٰہی کا بصیرت افروز بیان" کے عنوان سے میرا کالم دو چار دن پہلے چھپا تو اُسی کا فون آیا...جو ڈراتا بھی ہے Appreciate ... بھی کرتا ہے اور وارننگ بھی دیتا ہے..."مظفر یہ تم نے کالم کا عنوان کس سے پوچھ کر رکھا ہے...؟" !

"سر...خدا کی قسم کسی نے نہیں بتایا...خود ہی میرے ذہن میں آیا تھا اور میں نے بھیج دیا لکھ کر...میرے اخبار نے چھاپ دیا.

..؟!!میں یہ سب بتاتے ہوئے ذرا بھی نہیں گھبرایا وہ گھبرایا گھبرایا لگ رہا تھا ویسے...

"رحمت علی رازی مرحوم کی طرح لگتا ہے تمہارا بھی کوئی رشتہ دار کسی اہم جگہ پر بیٹھا ہے...؟"

"میں خود سر"...میں نے جواب دیا تو ہنستے ہوئے فون بند کر دیا...!! کبھی کبھی میرا خود بھی اُن کے نمبر پر کال کر کے بات کرنے کو دل چاہتا ہے مجھے افسوس ہے کہ اُن کا نمبر بھی میرے پاس نہیں ہے؟!!بات شروع ہوئی تھی "ضرورت رشتہ کے اشتہار. " ...سے شروع ہونے والی شادی سے اور لڑائی جھگڑے سے اور نکل گئی.... "چوہدری پرویز الٰہی کا بصیرت افروز بیان" کی طرف!! ...

اصل میں کل میری ہونے والی کزن نے کہا تھا.... محسن "ٹماٹر" پہ کوئی مضمون لکھو تو مانوں....(ویسے ہی مان جاؤ میں نے آہستہ سے کہا؟)

دیکھا آجکل...لکھاری سے لوگ کیسی کیسی چیزوں پر قلم آزمائی کرنے کو کہتے ہیں؟

شہزادی.

..ہمارے فیصل آباد میں مقیم شاعر اور صدارتی ایوارڈ یافتہ مصنف جناب ریاض قادری نے 48 چک میں بیٹھ کر چھوہارے پر نظم لکھ ڈالی تھی یہ ٹماٹر کیا چیز ہے "چھوہارے" پر... نظم وہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئی... چھوہارا وہی ناں جو شادی پر جواں لڑکے لڑکیوں کو اِس لئے کھلایا جاتا ہے کہ تمہاری جلد شادی ہو...؟!!

ہاں ہاں وہی...تو تم کھالو ناں اکٹھے آٹھ دس چھوہارے.

..وہ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے بولی....

"محترمہ...اپنی اوقات میں رہیں...جوتے پڑ سکتے ہیں ایسا سوچ کر بھی..."تو کیا ہوا...دو چار کھا لینا...میری خاطر....محبت

اور ”جھنگ“ میں سب جائز ہے.....؟!!

”میری ہنسی چھوٹ پڑی“ جاہل لڑکی ”جھنگ“ نہیں ”جنگ... War and Peace “؟!!

اور سن جھنگ کی شان میں گستاخی نہ کرنا وہاں ہمارا پیارا شاعر فرحت عباس شاہ رہتا ہے.

.. تازہ کلام ملاحظہ کریں... ہمارے پیارے فرحت عباس شاہ کا....

مجھ سے مل کر تیرے چہرے پر اُجالے پڑ جائیں

شہر کے لوگ ہمیں دیکھ کر کالے پڑ جائیں...

میں رہوں چپ تو سبھی چیخ پڑیں وحشت سے

میں سوالات کروں ہونٹوں پہ تالے پڑ جائیں...

میں نہیں ہوتا تو فرعون بنے پھرتے ہیں....

دیکھ کر مجھ کو جنہیں جان کے لالے پڑ جائیں

آگ پر ہاتھ رکھیں راکھ اٹھائیں واپس...

برف پر پاؤں رکھیں پاؤں پر چھالے پڑ جائیں

درد کی لہر کوئی بھیج میری دنیا میں...

اِس سے پہلے میری روح میں جالے پڑ جائیں

ہم جو الجھیں تو سدا بیچ بچاؤ ہو جائے....

درمیان دونوں کے کُچھ چاہنے والے پڑ جائیں

# کچھ پل مسکراہٹوں کے نام

☆رات کو سونے سے پہلے ایک مچھر مار دیا کریں تاکہ
باقی کے مچھر اس کے جنازے پر چلے جائیں، اور آپ مزے سے سو جائیں.
قسم سے بچپن سے intelligent ہوں
پر کبھی گھمنڈ نہیں کیا😎😎 .

☆سائنس کہتی ہے کہ پانی ابالنے سے جراثیم مر جاتے ہیں
پر سائنس کو یہ نہیں پتہ کہ جراثیم کے مرنے کے بعد ان کی dead bodies تو پانی میں ہی رہ جاتی ہیں
stupid science
قسم سے بچپن سے intelligent ہوں
پر کبھی گھمنڈ نہیں کیا😎

☆بلی اور شیر دونوں خالہ بھانجے ہیں
اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ کس طرح؟
زیادہ مت سوچو
میں کہتی ہوں نا تو مان لو بس😂😂😂
no clapping plz ...
I do not like publicity.....

☆دو باتیں ہمیشہ یاد رکھنا:
پہلی بات: ہر انسان اتنا برا نہیں ہوتا جتنا آئی ڈی کارڈ میں دکھتا ہے. اور اتنا بھی اچھا نہیں ہوتا جتنا فیس بک اور واٹس اپ پر دکھتا ہے
دوسری بات: ہر آدمی اتنا برا نہیں ہوتا جتنا اس کی بیوی اس کو سمجھتی ھے اور اتنا اچھا بھی نہیں ہوتا جتنا اس کی ماں اس کو سمجھتی ہے
★

بولا تھا قسم سے بچپن سے intelligent ہوں
پر کبھی گھمنڈ نہیں کیا ..

☆ٹیچر: 1 سے 10 تک گنتی سناؤ.
میں 1 : 2، 3، 4، 5، 8، 7, 9، .. 10
ٹیچر: 6 کہاں ہے.. ؟
میں: جی وہ تو مر گیا.
ٹیچر: مر گیا.. ؟؟ کس طرح مر گیا .. ؟؟
میں: جی میڈم، آج صبح
ٹی وی پر نیوز میں بتا رہے تھے
کہ سوائن فلو میں 6 کی موت ہو گئی !!

☆لائن مارنے کے بہت سے طریقے ہوتے ہیں،
جن میں سے 3 مشہور ہیں؛
۱: پنسل سے
۲: قلم سے
۳: مارکر (Marker) سے
اچھا سوچو، کچھ لوگ شریف بھی ہوتے ہیں.
میری طرح!

☆ کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے؛
آج نہیں آیا
کہا نہ کبھی کبھار آتا ہے!

☆سیٹھ کو خواب میں ایک لڑکی نے جوتے مارے،
2 دن تک سیٹھ بینک نہیں گیا،
★ کیونکہ بینک میں لکھا تھا، "ہم آپ کے خواب کو حقیقت میں بدلتے ہیں".

☆زندگی میں ہمیشہ ایک بات یاد رکھو

کبھی کسی کا دل نہیں توڑنا چاہئے

کیونکہ دل 1 ہی ہوتا ہے

توڑنا ہی ہے تو اس کی ہڈیاں توڑو کہ وہ 206 ہوتی ہیں.

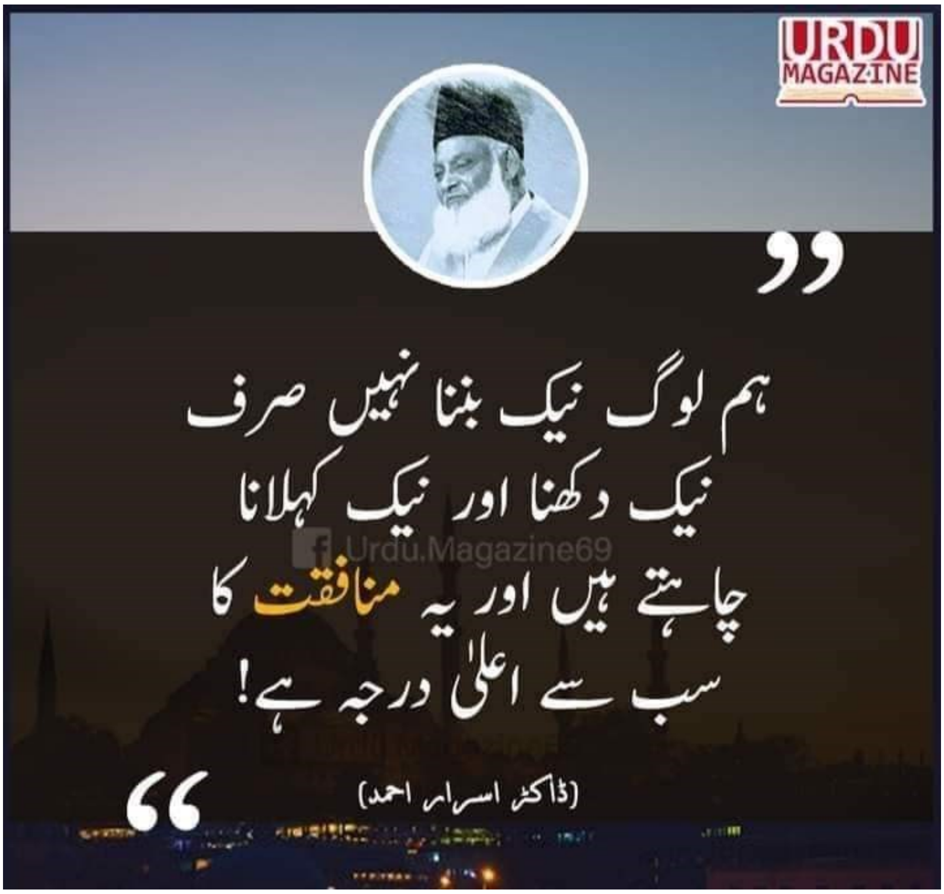

احتیاط لازم ہے

# ٹک ٹاک سنیپ چیٹ اور نوجوان نسل

ٹک ٹاک سنیپ چیٹ ایک ایپ ہے، جو آج کل پاکستانی نوجوانوں اور بچوں میں بہت مقبول ہو رہی۔ بچے اس کو مفت ڈاؤن لوڈ کرتے اور اس کے بعد ان کی مرضی ہے کہ وہ جو چاہیے اس میں کریں، گانے پر لب ہلائیں یا رقص کریں یا کسی ڈائیلاگ کو بول کر اپنی ویڈیوز ریکارڈ کریں یا کسی کی ویڈیو پر جوابی ویڈیو بنائیں۔ دوسری طرف ان بچوں کے والدین کو پتا بھی نہیں ہوتا کہ ان کے بچے کس خرافات میں پڑھ چکے۔ آج کل کے ماں باپ بچوں کی ضد کے آگے ہار جاتے، انہیں موبائل خرید دیتے ہیں، ٹیب، لیپ ٹاپ و دیگر الیکٹرانک گیجٹس بچوں کے پاس موجود ہیں اور ان کے گھروں میں 24 گھنٹے انٹرنیٹ چل رہا ہوتا ہے۔ بچے اپنے کمروں میں کیا کر رہے ؟ ان کے اکثر والدین کو معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ اکثر بچوں کے ماں باپ سوشل میڈیا یا اور انٹرنیٹ وغیرہ استعمال نہیں کرتے اس بات کا فائدہ بچے اٹھاتے اور وہ اپنی من مانی کرنا شروع کر دیتے اور ان چیزوں کی طرف چلے جاتے، جو آگے چل کر ان کیلئے نقصان دہ ثابت ہوتی۔

ان ایپس پر بچے بچیاں تیار ہو کر کسی گانے پر رقص کرتے اس کو اپنے ٹک ٹاک اکاؤنٹ پر پوسٹ کرتے، تو اس پر ایسے ایسے کمنٹس آتے کہ اگر بچوں کے والدین اس کو پڑھ لیں تو ان کو پھر کبھی موبائل استعمال نہ کرنے دیں۔ ٹک ٹاک پر کوئی بچوں کے حسن کو سراہتا، تو کوئی ان کو اپنا فون نمبر دے رہا ہوتا، کوئی ان کو اپنے ساتھ گھومنے پھرنے کی پیشکش کر رہا ہوتا۔ یوں ان ایپس پر بچے اجنبیوں کے ساتھ رابطے میں آجاتے۔ پہلے تو سب اچھا اچھا رہتا ہے، کیونکہ یہ اجنبی بچوں کو پیسے اور تحفے دیگر اپنے قریب لے آتے، بعد میں یہ جرائم پیشہ افراد، بچوں کو پھانس لیتے اور ان کو بلیک میل کرتے۔ ان کی ویڈیوز تصاویر بنا کر پیسوں کی ڈیمانڈ کرتے۔ یوں بچے اپنے ہی گھر میں چوریاں کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ کچھ کیسز میں بچے جنسی تشدد کا شکار بھی ہو جاتے اور بات خودکشی تک پہنچ جاتی۔ اس حوالے سے جب تک ماں باپ کی آنکھیں کھلتی، تب تک ان کے بچے کی زندگی تباہ ہو چکی ہوتی ہے۔

میں قدامت پسند نہیں، آرٹ و کلچر کو پسند کرتا ہوں، لیکن آپ سے سوال کہ کیا آپ پسند کریں گے کہ کوئی بھی معصوم بچہ اور بچی سڑک پر رقص کرے اور لوگ اس پر ذومعنی جملے کسیں؟ اس کو مختلف نازیبا پیشکشیں کریں؟ ہرگز نہیں، کسی کی بھی خواہش نہیں ہو سکتی کہ اس کا بچہ پڑھنے لکھنے کے بعد اپنے لئے کسی ایسے نامناسب شعبے کا انتخاب کرے، اگر بچہ آرٹ و کلچر، رقص یا شوبز میں بھی آنا چاہتا ہو تو بالغ ہونے کے بعد آئے۔ اس سے پہلے والدین اس کو تعلیم پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے کہتے۔ اب، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کم عمر بچے بچیوں کی بہت بڑی تعداد ان ایپس پر موجود ہے، جو اپنی معصومیت یا شوبز کی چکا چوند سے متاثر ہو کر یہاں آتے اور جب وہ اپنی ویڈیوز اپ لوڈ کرتے ہیں تو وہ پبلک کے ہاتھ لگ جاتی ہیں۔ اب، یہ ان کی مرضی ★

ہوتی ہے کہ وہ ان کی ویڈیوز کا استعمال کس طرح سے کرتے۔ معصوم بچے بچیوں کی ویڈیوز مختلف فورمز پر فحش کیپشنز کے ساتھ پھیلا دی جاتی، ان کو گالیاں دی جاتی ہیں، ان کی کردار کشی کی جاتی۔ یوں بہت سے بچے سوشل میڈیا پر منفی مہم کا نشانہ بن جاتے فالورز کی تعداد بڑھانے کی خواہش، ہیرو یا ہیروین بننے کی چاہت، بچوں کے مستقبل کو تباہ کر دیتی۔ وہ سارا دن فون استعمال کرتے رہتے اور نہ کھاتے پیتے، نہ آرام کرتے اور نہ ہی اپنی پڑھائی پر بھرپور توجہ دیتے۔ والدین شروع میں اس ایپ کے نقصانات سمجھ نھیں پاتے، لیکن جب ان کے بچوں کی ویڈیوز منفی انداز میں پھیل کر فیس بک، انسٹاگرام اور واٹس ایپ پر ہر شخص کے پاس پہنچ جاتی، تو ان کو اندازہ ہوتا کہ ان کا بچہ کتنی بڑی مصیبت میں پھنس چکا

ان ایپلیکیشنز پر ایک اور طبقہ بھی پایا جاتا، جو اپنے نمبرز و یڈیوز ساتھ پوسٹ کرتا۔ پہلے یہ کام رات کے اندھیروں میں ہوتا۔ اب، کھلے عام گاہک ٹک ٹاک کے ذریعے سے ان لوگوں تک پہنچ جاتے لڑکے لڑکیاں جان بوجھ کر اپنے جسموں کی نمائش کرتے، تاکہ پیسے کما سکیں۔ یہ ایک بہت گھٹیا عمل جس سے فحاشی و عریانی مزید پھیل رہی اس کے ساتھ ساتھ یہ ویڈیوز دوسری سوشل میڈیا ایپلیکیشن پر پہنچتی اور یہ یوں یہ برائی مزید پھیلتی۔ ہمیں اس برائی کو روکنا ہوگا، لیکن یہ دیکھا گیا ہے کہ بہت سے متنازع کرداروں کی رسائی تو طاقت کے ایوانوں تک ہے۔ اس میں دو ٹک ٹاکرز نے مبینہ طور پر معروف افراد کو بدنام کیا۔

یاد رکھیں فحش گوئی ذو معنی جملے جسم کی نمائش آرٹ اور کلچر میں نہیں آتا۔ ہمیں اس وقت ڈراما سیریلز؛ ایلفا براوو چارلی، سنہرے دن، دھواں، خدا زمین سے گیا نہیں ہے، عہدِ وفا اور فصلِ جاں سے آگے جیسے معلوماتی و تفریحی ڈراموں کی ضرورت ہے۔ جو کچھ ٹک ٹاک پر ہو رہا ہے، وہ فن و ثقافت اور تفریح کے زمرے میں نہیں آتا۔ اس آرٹیکل کے لیے جب میں نے ٹک ٹاک سنیپ چیٹ پر ریسرچ کی تو سر شرم سے جھک گیا کہ ہماری نوجوان نسل چھوٹے کپڑوں ذو معنی گفتگو اور ہیجان آمیز گانوں پر رقص کر رہی یہ نئی نسل اسلامی تعلیمات اور نظریۂ پاکستان سے بہت دور جا چکی ہے۔ وقت کی ضرورت ہے کہ ہمیں نئی نسل کو پاکستان کی ثقافت اور مذہب کے حوالے سے آگہی دینا ہوگی۔

بچوں اور نئی نسل کیلئے ڈرامے اور فلمیں بنائی جائیں۔ ان کیلئے یوٹیوب، انسٹاگرام، ٹویٹر فیس بک پر تہذیب و اصلاح پر مبنی ڈاکومینٹریز ویڈیوز نشر کی جائیں اور یہ کام وزارتِ اطلاعات و نشریات، پی ٹی وی اور ریڈیو پاکستان بخوبی کرسکتے ہیں اور امید ھے فواد چوھدری اس پر عمل ضرور باضرور کرینگے ان ایپلیکیشنز کو بین کرنا مسئلے کا حل نھیں انکو ریگولیٹ کرنا ان میں جو خرافات ھیں انکو دور کرنا ضروری ھی نھیں مجبوری بن چکا

★

# ایک طوفانی رات

رات تاریک اور سرد تھی۔ صبح سویرے بارش ہونے لگی اور مسلسل دو بجے تک برستی رہی تھی۔ شہر کے نشیبی علاقوں میں جابہ جا پانی جمع ہو گیا تھا، جس سے لوگوں کو آنے جانے میں خاصی دقت پیش آرہی تھی۔ چوں کہ بارش کے ساتھ تیز ہوائیں بھی چلی تھیں، اس لیے قریب قریب آدھے شہر کی بجلی بند ہو گئی تھی، گھروں میں لالٹینیں اور موم بتیاں جل رہی تھیں جن کی ہلکی اور مدھم روشنی میں گھر والے اپنے ضروری کام نمٹا رہے تھے۔

اُس رات ایک محلے کے ایک چھوٹے سے مکان کے اندر راشد دروازے کے پاس کرسی پر بیٹھا ہوا کسی سوچ میں گم تھا۔ اوپر دیوار کے ساتھ لٹکی ہوئی لالٹین کی روشنی کمرے کے ایک چھوٹے سے حصے پر پڑ رہی تھی۔

راشد نویں جماعت کا طالب علم تھا اور اپنی ماں کے ساتھ رہتا تھا۔

اس کی امی محلے کے لوگوں کو کپڑے سی کر گھر کے اخراجات پورے کر لیتی تھی۔ راشد کے ابا جی اس وقت فوت ہو گئے تھے، جب راشد کی عمر سات سال تھی اور وہ دوسری جماعت میں پڑھتا تھا۔

رات کے نو بج گئے تھے۔ اس کی امی عام طور پر دس بجے کے بعد سو جاتی تھیں، مگر اس رات ان کی طبیعت قدرے خراب تھی ،اس لیے تقریباً آٹھ بجے ہی سو گئی تھیں۔

اگر گھر میں بجلی کی روشنی ہوتی تو راشد اپنی عادت کے مطابق کوئی نہ کوئی کتاب پڑھتا اور کتاب پڑھتے پڑھتے سو جاتا، لیکن خاطر خواہ روشنی نہ ہونے کی وجہ سے کچھ بھی پڑھنا اس کے لیے مشکل تھا اور چوں کہ اسے نیند بھی نہیں آرہی تھی، اس لیے کرسی پر بیٹھا بیٹھا کتابوں کے بارے میں یا دوستوں کے متعلق سوچ رہا تھا۔

سوچتے سوچتے اسے اچانک ایک واقعہ یاد آگیا، جو کئی سال پہلے اسے اس کی امی نے اسے سنایا تھا۔

امی نے بتایا تھا کہ بہت پہلے بھی ایک سرد اور طوفانی رات کو آج ہی کی طرح بجلی بند ہو گئی تھی۔ گھر میں کوئی لالٹین بھی نہیں تھی کہ اُسے جلا کر روٹی وغیرہ تیار کر لیتی۔

اندھیرا بہت زیادہ تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ دیکھائی نہ دیتا تھا۔ تم اپنی خالہ کے گھر گئے ہوئے تھے۔ گھر میں کھانے کے لیے روٹی کا ایک سوکھا ٹکڑا تک نہ تھا، ایسے میں مجھے کھانے سے زیادہ تمھاری فکر ستا رہی تھی کہ کہیں مجھے اپنے پاس نہ پا کر تم رو نہ رہے ہو۔

ایک مرتبہ میں نے گھر سے باہر نکلنے کی کوشش بھی کی کہ خود تمھاری خالہ کے ہاں جا کر تمھیں دیکھ آؤں یا اپنے ساتھ لے آؤں ، مگر جیسے ہی پاؤں دروازے سے باہر رکھا، میرا پاؤں گھٹنے تک پانی کے اندر چلا گیا۔ اس حالت میں باہر جانا میرے لیے ممکن ہی نہ تھا۔

★

میں پریشان بیٹھی ہوئی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ میں اس طرف گئی تو آواز آئی: ”بہن جی! آپ کو کوئی مشکل تو نہیں۔ کوئی کام ہو تا بتایئے، میں حاضر ہوں۔“

میں سخت پریشان تھی اس لیے اسے بتادیا کہ میرا بیٹا اپنی خالہ کے ہاں نہ جانے کس حال میں ہے، اس کی بڑی فکر ہے۔

اس شخص نے میری بہن کا پتا پوچھا اور چلا گیا۔ میں اس کی شکل نہ دیکھ سکی۔ لالٹین تو اس کے ہاتھ میں ضرور تھی، مگر اس کی روشنی صرف زمین پر پڑ رہی تھی۔

وہ اجنبی شخص چلا گیا۔ آدھے گھنٹے بعد دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی۔ دروازے پر گئی تو وہی آواز پھر سے آئی: ”بہن جی! آپ کا بیٹا آپ کی بہن کے ہاں گہری نیند سو رہا ہے۔

آپ اس کی فکر بالکل نہ کریں۔ لگتا ہے کہ آپ کھانے پینے کا انتظام نہیں کر سکیں، اس لیے میں کچھ کھانے کے لیے لے آیا ہوں اور یہ لالٹین بھی اپنے پاس ہی رکھ لیں۔ میں آسانی سے چلا جاؤں گا۔“

یہ کہہ کر اس نے لالٹین دروازے پر رکھ دی اور اس کے ساتھ ہی رومال میں لپٹی ہوئی کوئی شے بھی۔

اب کے بھی میں نہ تو اس کی صورت دیکھ سکی اور نہ ہی پوچھ سکی کہ اچھے بھائی! آپ کون ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟ آپ کی لالٹین کہاں واپس کی جائے؟“

یہ واقعہ جو راشد کی امی نے اسے کبھی سنایا تھا جانے کیسے اس رات اسے یاد آ گیا۔

دروازے کے پاس لالٹین جل رہی تھی اور بادل زور سے گرج رہے تھے۔

بجلی چمکتی تو کمرے کے سامنے والی دیوار ایک لمحے کے لیے روشن ہو جاتی۔ راشد نے سوچا یقیناً وہ رات بھی ایسی ہی طوفانی رات ہو گی اور جس طرح میں جاگ رہا ہوں اس رات امی بھی اسی طرح جاگ رہی ہوں گی۔

”کیا آج رات بھی دروازے پر دستک ہو گی؟“ اس نے سوچا، ”نہیں اب ایسا نہیں ہو گا، کیوں کہ نہ تو امی بھوکی سوئی ہیں اور نہ میں بھوکا رہ کر جاگ رہا ہوں۔

ہمیں کوئی فکر بھی نہیں ہے۔“

اس نے اپنے سوال کا خود ہی جواب دے دیا۔

اسی وقت اس کی نظر اوپر اُٹھی اور پھر ایک اور سوال نے اس کے ذہن میں سر اُٹھانا شروع کر دیا۔ کیا یہی وہ لالٹین ہے جو اس رات اجنبی شخص نے امی کو دی تھی؟ ہو سکتا ہے وہی، کیوں کہ امی اس کی بڑی حفاظت کرتی ہیں۔

بجلی چلی بھی جائے تو موم بتی جلا کر کام چلا لیتی ہیں۔ یہ لالٹین عام طور پر نہیں جلاتیں۔

”تو آج کیوں جلائی ہے؟“ راشد نے خود سے سوال کیا۔

★ ”ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ یہ رات بھی اس رات جیسی ہی طوفانی ہے اور امی کو خیال ہو کہ شاید وہ اجنبی اپنی لالٹین لینے کے

لیے آجائے۔

رات آہستہ آہستہ بیت رہی تھی اور راشد کے ذہن میں اُٹھنے والے کئی سوالات اسے بے چین کر رہے تھے۔ ایسے میں وہ کرسی سے اُٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ لالٹین یونہی بے کار تو نہیں جل رہی۔ ہو سکتا ہے، جس طرح اس رات میری امی میری طرف سے فکر مند تھیں اور بھوکی بیٹھی ہوئی تھیں، میرے محلے میں بھی کہیں کوئی ایسا گھر ہو، جس میں کوئی ضرورت مند پریشان ہو اور اس وقت اس کی ضرورت کے پورا ہونے کا امکان بھی نہ ہو۔

بہت دیر تک ٹہلنے کے بعد وہ کچھ سوچ کر امی کے پاس گیا۔ اس کا خیال تھا کہ امی گہری نیند سو رہی ہیں، مگر اس وقت اسے حیرت ہوئی جب اس نے دیکھا کہ امی کی آنکھ کھلی ہوئی ہے اور وہ اسے دیکھ رہی ہیں۔

”کیوں راشد بیٹا! کیا بات ہے، سوئے نہیں ابھی تک؟“

”نہیں امی! نیند نہیں آ رہی۔

امی اُٹھ کر بیٹھ گئیں۔

”نیند کیوں نہیں آ رہی؟“ انھوں نے فکر مندانہ انداز میں پوچھا۔

راشد نے بتایا: ”امی! مجھے اس رات کا واقعہ یاد آ گیا، وہ واقعہ امی! جس میں ایک اجنبی شخص نے آپ کی مدد کی تھی۔ آپ کو کھانا لا کر دیا تھا اور یہ لالٹین بھی آپ کے لیے چھوڑ گیا تھا“

”ہاں بیٹا! دنیا میں ایسے نیک لوگ بھی ہوتے ہیں۔ کوئی فرشتہ تھا اللہ کا۔ میں جان ہی نہ سکی کہ کون ہے اور کون نہیں۔“

راشد چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولا: ”امی! یہ بھی تو ممکن ہے کہ ہمارے آس پاس بھی کوئی ایسا ہی گھر ہو، جسے اس وقت کسی مدد کی ضرورت ہو؟“

امی نے راشد کو بازو پھیلا کر گود میں لے لیا: ”ہو سکتا ہے بیٹا“!

”مجھے اجازت دیں امی! میں لالٹین لے کر باہر جاؤں اور کسی کو میری ضرورت ہو تو اس کی مدد کروں۔

امی سوچ میں پڑ گئیں۔

”امی سوچیے نہیں۔ آپ ہی نے تو کہا تھا کہ دنیا میں نیک لوگ بھی ہوتے ہیں۔ تو کیا آپ کا بیٹا ان نیک لوگوں میں شامل نہیں ہو سکتا۔“

امی نے اس کے جواب میں بیٹے کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: ”جاؤ بیٹا! لالٹین لے جاؤ۔ اللہ تمھاری حفاظت کرے۔“

راشد لالٹین کی مدھم روشنی میں ایک کچے راستے پر آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اس وقت تک وہ جہاں جہاں سے گزرا تھا، اس نے تقریباً سبھی گھروں میں روشنی دیکھی تھی۔ گھروں کے اندر سے آنے والی آوازیں بھی سنی تھیں۔

اپنے محلے سے نکل کر وہ دوسرے محلے میں چلا گیا۔ ایک گلی سے گزرتے ہوئے وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں روشنی بالکل نہ تھی۔

"ان مکانوں کے اندر کیا لوگ نہیں رہتے"!

یہ سوال اس کے ذہن میں آیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی لالٹین کی روشنی میں ایک دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے؟" یہ آواز کسی بوڑھے آدمی کی معلوم ہوتی ہے!! راشد نے سوچا۔

"جی میں ہوں۔"

"میں کون؟"

"جی راشد۔"

پھر کئی منٹ یوں ہی گزر گئے۔ آخر کار دروازہ کھلا۔ راشد نے اپنے سامنے ایک کمزور اور نحیف بوڑھے کو دیکھا۔

"کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"جناب، رات طوفانی ہے، ایسی رات میں گھر سے باہر نکلنا ذرا مشکل ہے۔ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتایئے۔"

اس لمحے بوڑھے نے جھک کر راشد کو دیکھا کچھ توقف کیا اور کہا: "اگر ایسا ہے تو مجھے بازار سے کچھ کھانے کے لیے لادو۔ اللہ تمھارا بھلا کرے گا۔"

"ضرور لادوں گا جناب! مجھے ایک دکان کا علم ہے جو رات بھر کھلی رہتی ہے۔"

"بڑی مہربانی۔ یہ لو پیسے۔ میرے لیے ایک بن کافی ہو گا۔ بوڑھے نے کرتے کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔

"نہیں، بابا جی! میرے پاس اتنے پیسے ہیں کہ آپ کے لیے بن خرید سکوں۔

" یہ کہہ کر راشد چل پڑا۔ راشد نے سُن رکھا تھا کہ اسپتال کے پاس چند ایسی دکانیں ہیں جو رات بھر کھلی رہتی ہیں۔ ایک دکان پر بسکٹ وغیرہ بھی فروخت ہوتے ہیں۔ یہ دکانیں وہاں سے کافی دور تھیں۔ کیچڑ میں چلنا ویسے بھی مشکل تھا اور اندھیری رات میں تو یہ کام اور بھی مشکل تھا۔

راشد ایک بار گر بھی پڑا، مگر اس نے ہمت نہ ہاری اور اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ وہاں ایک دکان سے اس نے ایک بن، مکھن اور کچھ بسکٹ خریدے اور واپس چلنے لگا۔ آدھے پونے گھنٹے کے بعد وہ دوبارہ بوڑھے کے دروازے پر آ گیا۔

"لیجیے بابا جی"!

"شکریہ میرے بیٹے! اللہ تیرا بھلا کرے۔

بوڑھا، راشد کو اپنے کمرے میں لے گیا۔ راشد کو چارپائی پر بٹھایا اور خود کھانا شروع کیا۔ جب پیٹ بھر گیا تو وہ بولے: "بیٹا! یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔"

”کون سی بات بابا جی“!

”بیٹا! آج سے کئی برس پہلے میں نے بھی ایسی ہی ایک طوفانی رات میں ایک عورت کے لیے کھانے کا انتظام کیا تھا۔

”تو آپ....؟“راشد فقرہ بھی مکمل نہ کر سکا۔ یہ سن کر اسے سخت حیرت ہوئی اور وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

”بابا جی! کوئی اور خدمت؟“

”نہیں بیٹا! بہت بہت شکریہ۔“

راشد دروازے سے نکلنے لگا۔

”ارے بیٹا! لالٹین تو لیتے جاؤ۔

“بوڑھے نے راشد کو لالٹین کے بغیر جاتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

”بابا جی! یہ لالٹین آپ ہی کی ہے۔“ اور راشد نے ساری بات سنا دی۔

بوڑھے نے لالٹین اُٹھا لی۔

”بیٹا! میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ بیمار بھی رہتا ہوں۔ مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں۔ یہ لالٹین تم جیسے نوجوانوں کے لیے ہے۔ ہاں اگر ممکن ہو تو روشنی کی اس علامت کو ایک کے بعد دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے رہنا۔“

★

# غزل

عجیب کرب و بلا کی ہے رات آنکھوں میں
سسکتی پیاس لبوں پر فرات آنکھوں میں
پھر اس کو دامنِ دِل میں کہاں کہاں رکھیں
سمیٹ سکتے ہیں جو کائنات آنکھوں میں
تمہیں تو گردشِ دوراں نے روند ڈالا ہے
رہی نہ کوئی بھی پہلی سی بات آنکھوں میں
قطار وار ستاروں کی جگمگاہٹ سے
سجا کے لائے ہیں غم کی برات آنکھوں میں
وہ بے وفا کبھی اتنا بھی کب تھا بے گانہ
نہ بے رُخی، نہ کوئی التفات آنکھوں میں
بکھر گئے ہیں مِلن کے تمام دن حیدر
ٹھہر گئی ہے جدائی کی رات آنکھوں میں

# شعور و آگہی

وہ اپنی بہن کی بات کو بہت دھیان سے سن رہی تھی۔ میاں کا غصّہ اس سے چھپا ہوا نہیں تھا۔ وہ گھٹی گھٹی رہتی اور بچے سہمے رہتے تھے۔ وہ میاں کے لیے طرح طرح کے کھانے بناتی، وقت پر اسکے کپڑے تیار رکھتی، اس کے رشتے داروں کی خوب خاطر مدارات کرتی، لیکن میاں کی بد مزاجی میں کمی نہ آتی۔ اور گو نگی تو وہ بھی نہ تھی، اور یوں جھگڑے کی ایک نہ ختم ہونے والی ابتدا ہو جاتی۔

کوئی کہتا کہ نظر لگ گئی ہے۔ کوئی کہتا یہ تو جادو یا بندش کا معاملہ لگتا ہے۔ انہی خدشات کو ذہن میں رکھ کر اس کی بہن کسی خاتون کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہوئے رضیہ کو اس کے پاس چلنے پر اکسا رہی تھی۔

”بجو! ایمان سے وہ کوئی جعلی پیر نہیں، ایک پیسہ نہیں لیتی، جب سے ہمارے محلے میں آئی ہے کتنے گھروں کے جھگڑے ختم ہو گئے ہیں، بڑی اللہ والی عورت ہے بڑے زبردست وظیفے بتاتی ہے

اگلے دن دونوں وہاں پہنچ گئیں۔ ان کو زیادہ نہیں بتانا پڑا۔ خاتون خود ہی آگے سے آگے بولے جا رہی تھیں۔ وہ اندر ہی اندر "باجی" کی پہنچ کی قائل ہو چکی تھی، لیکن یہ کیا!

باجی نے اس کا کیس ہاتھ میں لینے سے صاف انکار کر دیا۔ رضیہ نے بہت کوشش کی لیکن وہ نہ پیسے لے کر مانی نہ منت سماجت پر۔ اس کا کہنا تھا کہ وظیفہ بہت کٹھن ہے۔ تین ماہ میں ایک دن بھی کسی عمل میں کمی ہوگئی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ وہ وہیں بیٹھ کر باقی عورتوں کے جانے کا انتظار کرتی رہی۔ جب سب چلی گئیں، تو باجی نے اسے خود ہی بلا کر سمجھایا کہ

دیکھو بی بی تمہارے میاں جس قدر جلال میں آ جاتے ہیں ان کے علاج کے لیے وظیفہ بھی بہت ہی جلالی کرنا ہو گا اور اس کے لیے تم کو بہت مشقت کرنی ہو گی۔ کچھ احتیاط تو شروع کے نوے دن کرنی ہے باقی تاحیات کرنی ہوں گی۔ اس نے رو رو کر ان سے پکّا وعدہ کیا کہ آپ جیسا کہیں گی میں بالکل ویسی ہی پابندی کروں گی۔ "باجی" نے کچھ ڈبّے کھول کر مختلف سفوف نکال کر رضیہ کو تھماتے ہوئے ان کے استعمال کا طریقہ بتانا شروع کیا۔

وہ گھر لوٹی تو اس نے بہت سوچ بچار کر یہ فیصلہ کیا کہ وظیفہ فوری شروع نہ کیا جائے، کیونکہ اس کے لیے جو شرطیں لازمی پوری کرنی تھیں ان کو پورا کرنے میں تقریباً ہفتہ درکار ہو گا۔

ہر وہ کپڑا جو اس نے یا بچوں نے ایک بار بھی پہنا ہوا ان کو دھو کر رکھنا تھا، گھر کے در و دیوار کا ہر کپڑا جو دھل سکے اسے دھونا تھا۔

★

سو پہلے روز، تین دن کا کھانا اکھٹا بنا کر رکھا، پھر ساری الماریاں اس بہانے صاف ہو گئیں، کچھ غریبوں کا بھی بھلا ہو گیا کہ فالتو کپڑے انھیں دے ڈالے۔ یہاں تک کہ سردیوں میں تین تین ماہ متواتر پہنے جانے والے کوٹ جو گزشتہ تین سال سے ڈرائی کلین نہیں ہو پائے تھے ان کے بھی دن پھر گئے

اگلا مرحلہ در و دیوار تھے برسوں بعد آج گھر کے پردوں کو کھڑکیوں سے جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑ رہا تھا

اگلی باری اندھیری اور نمی والی جگہوں کی تھی جہاں کچھ سفوف چھپا کر رکھنے تھے۔

یوں وظیفہ شروع کرنے کا دن آ پہنچا۔ اس کا دل سوال کیے جا رہا تھا کہ اتنی جان مارنے کے بعد بھی کچھ نہ ہوا تو؟

لیکن آج سے اس کے منفی سوچنے، کُڑھنے اور غصّہ کرنے وغیرہ سب پر اگلے تین ماہ کے لیے سخت پابندی تھی، اور ان سب سے نجات کے لیے اسے کثرت سے الحمدللہ کا ورد کرنا تھا۔

یہ الگ بات ہے کہ ورد کرتے کرتے خود بخود اسے زندگی میں ان گنت مثبت باتیں بھی نظر آنی شروع ہو گئیں اور وہ اپنی ناشکری پر استغفار کے ساتھ ہی ان نعمتوں پر شکر کرنے کی عادی ہوتی گئی۔

دوسرے اوراد بھی پڑھنے میں تو آسان ہی تھے لیکن ان کے انتظامات بہت تھے، صبح والا وظیفہ رات کو پہنے ہوئے کپڑوں میں نہیں پڑھا جانا تھا، اب لازمی اسے بچوں کو ڈراپ کرنے سے پہلے حلیہ ٹھیک کرنا پڑتا، دوپہر والے کے لیے تو بہت کوشش کرنی پڑتی، اس کے لیے حل یہ نکالا کہ وہ ناشتے کے فوراً بعد نہ صرف کھانا بناتی بلکہ ساتھ ہی موم بتی بھی جلا کر رکھتی تاکہ کچے گوشت اور مصالحوں اور سبزیوں اور دالوں کی بو اس کے محنت سے صاف کیے پردوں اور الماریوں میں نہ جذب ہو سکے، ورنہ اسے دوبارہ اسی مشقت سے گزرنا پڑتا، لیکن اب وہ پہلے والی آزادی کہاں تھی، اب تو کھانا پکانے کے بعد لازمی اسے نہا دھو کر کپڑے تبدیل کرنے پڑتے،

ابھی شروع ہی کے دن تھے کہ کسی بات پر میاں صاحب غضب ناک ہو اٹھے۔ رضیہ کے ضبط کا بندھن ٹوٹنے کو تھا کہ اسے باجی کی دی ہوئی نصیحت اور پڑھی ہوئی دار چینی یاد آ گئی۔ اس نے جھٹ سے دار چینی کا ٹکڑا دانتوں کے بیچ رکھا اور، جتنی زور سے شوہر پر غصہ آیا اتنی زور سے اسے دباتی گئی یہاں تک کہ سخت مرچیں لگنے پر اسے پانی پینا پڑا، پانی پی کر رہا سہا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا، اور ہر بار یہی ہوتا، حتٰی کہ یہ کرامت بھی ظاہر ہو گئی کہ میاں صاحب نے خود ہی اپنے رویے پر ندامت کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ دن گزرتے رہے اور ہر دن دوسرے سے بہتر ہوتا چلا گیا، گھر کے ہر فرد میں اور ماحول میں کئی مثبت تبدیلیاں رونما ہونی شروع ہو گیں تھیں، تین ماہ گزرنے تک حالات مثالی ہو گئے تھے۔

وہ "باجی" کا شکریہ ادا کرنے پہنچی تو وہ اس کی روداد سن کر خوش ہوئیں اور مسکرا کر کہنے لگیں کہ بیٹی! تم جیسی نادان بچیوں کو اللہ تعالیٰ جعلی عاملوں سے محفوظ رکھے۔ تمھارے گھر کا تمام بگاڑ تمھارے ناقص ٹائم مینجمنٹ اور سخت لاپرواہی کی وجہ سے تھا۔ بس ان کمزور پہلوؤں کو درست کرتے ہی ماشااللہ زندگی خوشگوار ہو گئی۔ ۔ ۔ ★

جب تم پہلی بار میرے پاس آئی تھیں، مجھے اسی وقت تمہارا اسٹیٹ آف مائنڈ سمجھ آگیا تھا کہ اگر میں تم کو براہ راست یہ کہہ کر روانہ کر دوں کہ
بی بی جاؤ اپنا دھیان رکھو تو تم کبھی سمجھ نہ پاتی کیونکہ دو اسکول جانے والے بچوں کے ساتھ یہ ہو نہیں سکتا تھا۔ کسی بھی دوست رشتے دار نے کھلے یا ڈھکے چھپے تمہاری توجہ اس طرف نہ دلائی بعض اوقات انسان اپنی عادتوں کا اسیر ہو جاتا ہے یہی تمھارے میاں اور تمہارے ساتھ ہوا۔ گھر گرہستی کے کاموں میں تم خود فراموشی کا شکار ہوتی چلی گئیں،
میاں غیر شعوری طور پر عادی تو ہوتے گئے، لیکن لاشعوری طور پر راضی نہ ہو سکے
میں نے تمہیں غصہ نہ کرنے کی سخت تاکید اس لیے کی تھی کہ مسلسل کُڑھتے رہنے کی وجہ سے جسم سے ایسے مادوں کا اخراج شروع ہو جاتا ہے جن کی بو نہانے کے باوجود بھی ختم نہیں ہو پاتی۔ جو سفید سفوف میں نے تمہیں دیا تھا وہ کوئی کرشماتی چیز نہیں تھا
بلکہ سادہ سا پھٹکری کا پاؤڈر تھا جو کہ بہترین antiperspirant ہوتا ہے۔
کچھ تو مردوں کو تعریف کرنے کا سلیقہ نہیں آتا اور جب بیوی خود سلیقے سے نہ رہے، بچوں اور گھر کو سلیقے سے نہ رکھے تو وہ غصّہ بھی کرتے ہیں۔ وہ نہ خود وجہ سمجھ پاتے ہیں نہ سمجھا پاتے ہیں۔ بس بات بات پر الجھنے لگتے ہیں، جب تم نے ان سب باتوں پر توجہ دی تو حالات سدھر گئے۔
سچ کہو کہ اگر میں تم سے کہتی کہ بیٹا جب میاں کو غصّہ آیا کرے تو تم ہر صورت خاموش رہا کرو تو کیا یہ بات تم خود نہیں جانتی تھیں۔ وہ جو حیرانی سے اب تک سب کچھ سن رہی تھی ندامت سے گردن ہلاتی ہوئی بولی کہ باجی ہر جھگڑے کے بعد میں خود کو کوستی کہ کاش میں چپ رہ جاتی تو بات ہی نہ بڑھتی لیکن جب وہ غلط الزام لگانے شروع کر دیتے تب تو۔۔ باجی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا کہ رضیہ تمہارا ایمان کیا کہتا ہے
کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ غلط ہو سکتے تھے؟
رضیہ نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو وہ بولیں کہ
ایک بار ایک آدمی حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کسی بات پر بحث کرنے لگا رسول اللہ ﷺ بھی وہاں موجود تھے،
وہ آدمی حضرت ابو بکر صدیقؓ کو برا بھلا کہتا رہا اور وہ خاموشی سے سنتے رہے جبکہ نبی پاک ﷺ مسکراتے رہے، لیکن جیسے ہی اس شخص سے تنگ آکر ابو بکر صدیقؓ نے اسے جواب دیا نبی کریم ﷺ سخت غصے میں وہاں سے اٹھ کر جانے لگے ابو بکر صدیقؓ آپ کے پیچھے لپکے اور ناراضگی کی وجہ دریافت کی تو آپ ﷺ نے بتایا کہ تم جب تک خاموش رہے تمہاری جانب سے ایک فرشتہ اس شخص کو جواب دے رہا تھا لیکن جب تم نے جواب دیا تو وہاں شیطان آگیا"

★

پھر باجی ہنستے ہوئے بولیں کہ اب سے غصہ آئے تو دار چینی چبا کر منہ بند رکھو گی یا اس یقین سے کہ ایک فرشتہ تمہاری جانب سے جواب دینے پر متعین ہے اور وہ اس وقت تک جواب دیتا رہے گا جب تک تم خاموش رہو گی۔ وہ بھی ہنسنے لگی کہ باجی میں تو سمجھی تھی کہ دار چینی پر آپ نے زبردست عمل کیا ہوا ہے، واقعی میرے خاموشی اختیار کرنے سے حیرت انگیز طور پر یہ ہونے لگا کہ کچھ دیر غصّہ کرنے کے بعد یا کچھ دن کے بعد میاں صاحب وہی کہتے یا کرتے جو میں چاہ رہی ہوتی، پھر ساتھ ہی ایک سوال...... اس بات کا تو مجھے احساس ہو رہا ہے کہ تین ماہ کا وقت میری عادتوں اور روٹین کو پکا کرنے کے لیے ضروری تھا لیکن گھر میں خوشبو اور میرے پاس سے خوشبو کا تعلق بھی وظیفے سے نہیں؟ باجی نے شفقت سے کہا...... تھوڑا سا ذہن پر زور دو تو یہ بات سمجھ آجائے گی کہ

خواتین کو نامحرم کے سامنے زینت اور تیز مہک سے کیوں روکا گیا ہے، اور شوہر کے لیے اسی اہتمام کا کس قدر ثواب ہے۔ ہم بچپن سے پڑھتے ہیں کہ صفائی نصف ایمان ہے، نوجوانی میں علم ہوتا ہے کہ نکاح کے ذریعے آدھا دین محفوظ ہو جاتا ہے، لیکن شادی کو دو سال نہیں گزرتے کہ سارے سبق محو ہو جاتے ہیں، کبھی نہ بھولنا کہ جب میاں بیوی ایک دوسرے کو محبت سے دیکھتے ہیں تو اللہ ان کو رحمت سے دیکھتا ہے، اور رب کی اس نظر رحمت کے لیے عورت کو اپنی محنت، حکمت و اخلاق، صبر، درگزر اور مستقل مزاجی سے ماحول بنانا پڑتا ہے۔

ہمارا بہت بڑا المیہ ہے کہ بہت سی مسلمان خواتین تو غیر مسلم سوسائٹی میں اپنا آپ منوانے کے لیے ان میں اتنا رچ بس جاتی ہیں کہ، پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ مسلمان ہیں، اور جن کے پہناوے سے ان کے مسلمان ہونے کا پتہ چلتا ہے ان میں اکثر ایسی خواتین ہوتی ہیں جو باہر جاتے ہوئے ستر پوشی کا تو خیال رکھتی ہیں مگر personal hygiene and appearance کو یکسر فراموش کر دیتی ہیں۔ کاش وہ جان سکیں کہ بحیثیت مسلمان وہ اپنے ہر عمل سے یا تو ایک غیر مسلم کو دعوت دین دے رہی ہوتی ہیں یا اسے دین سے متنفر کرنے کی مرتکب ہو..... کاش ہم سمجھ پائیں۔ ہمیں تو ہر کام احسن طریقے سے کرنے کا حکم ہے، تو اب کوئی دیکھے نہ دیکھے اللہ تو دیکھ رہا ہے، وہ تو نیت جانتا ہے، اور اعمال فرشتے لکھ رہے ہیں بچوں کو بالغ ہو کر احساس ہوتا ہے کہ اصل کامیابی کھلونے جمع کرنا نہیں بلکہ تعلیمی میدان میں آگے بڑھنا ہے.

"شادی ہونے پر" معلوم ہوتا ہے کہ بہترین شریکِ حیات کا ملنا اصل کامیابی ہے.

"روزگار کے معاملات" سے دل میں یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ اصل کامیابی کاروبار کے وسیع ہونے یا ملازمت میں پرموشن سے ہے.

"جوانی ڈھلنے" پر نقطہِ نظر تبدیل ہو جاتا ہے کہ اصل کامیابی تو باصلاحیت اولاد، بڑے سے گھر اور بہترین گاڑی کے ہونے سے ہے.

★ "بڑھاپے" میں انسان کے نزدیک اصل کامیابی کا پیمانہ بیماریوں سے بچ کر جسمانی و دماغی تندرستی کا برقرار رہنا قرار پاتا ہے.

بالآخر جب موت کا فرشتہ انسان کو لینے آجاتا ہے تو اصل بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ "کامیابی کے تمام تر دنیاوی تصوّر در حقیقت بہت بڑا دھوکا تھے۔ اصل کامیابی کا تصوّر تو اللہ کی نازل کردہ کتاب میں درج ہے جسکے مطالعہ کا کبھی وقت ہی نہیں مل سکا تھا۔

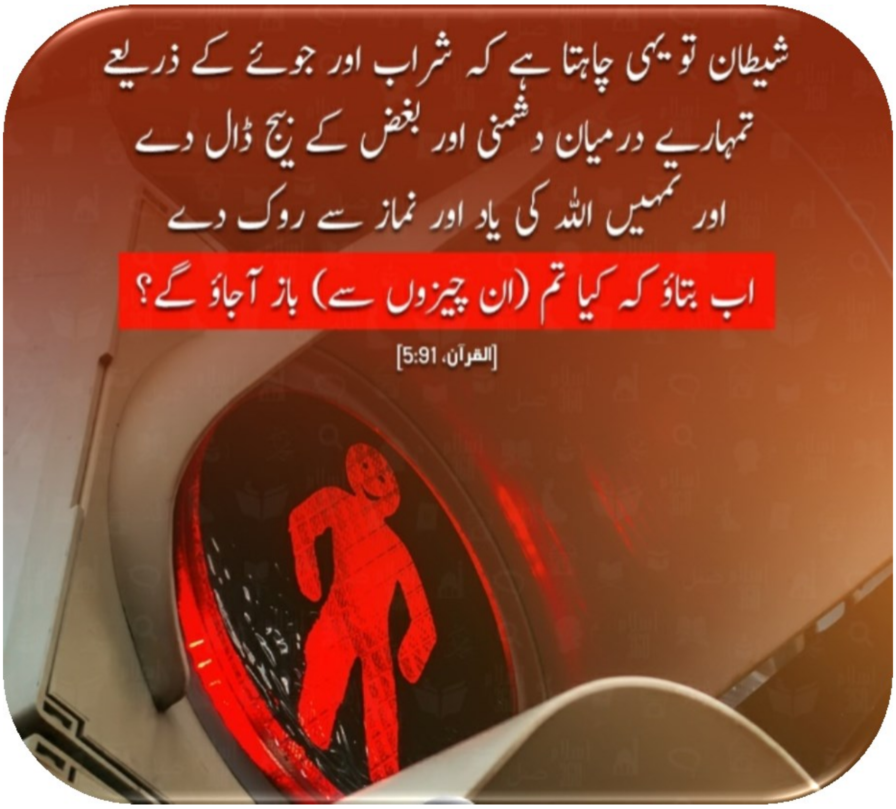

# معصوم مجرم

مجھے جنگل میں چھپے آج پانچواں دن تھا۔ پانچ دن سے میں جنگلی پھلوں اور درختوں کے پتے کھا کر زندہ تھا۔ ویسے میری جیب میں نوٹوں کی ایک گڈی بھی تھی، مگر اس جنگل بیاباں میں وہ روپے میرے لیے ردی کاغذوں کا بس ایک ڈھیر کی طرح تھے۔

خودرو جھاڑیوں میں چھپے ایک بڑے درخت کے کھوکھلے تنے کو میں نے اپنا ٹھکانا بنالیا تھا۔ سخت زمین پر نرم شاخوں اور پتوں کو بچھا کر بستر سا بنالیا تھا، جہاں میں چھپا رہتا۔ جب بھوک لگتی تو باہر نکلتا، ذرا کھٹکا ہوتا تو بھاگ کر اپنی پناہ گاہ میں چھپ جاتا۔

پانچ دن پہلے رونما ہونے والا وہ خوفناک واقعہ بار بار میری آنکھوں کے سامنے اُبھرتا، جب میرے ہاتھوں ایک انسان کا قتل ہو گیا تھا۔

وہ ایک روشن صبح تھی جب جان پہچان کا ایک شخص میرے پاس آیا اور درخواست کی کہ میں اس کے ساتھ چلوں۔

اس نے بتایا کہ ایک لفنگا اسے تنگ کرتا ہے اور اس رقم مانگتا ہے۔ میں چوں کہ اچھے قد کاٹھ تھا اور تن سازی بھی کرتا تھا۔ علاقے میں میرا دبدبا بھی تھا، اس لیے وہ چاہتا تھا کہ میں اس کے ساتھ جا کر اس لفنگے کو ذرا ڈرا دھمکا دوں۔ مجھے چوں کہ اپنی دھاک بٹھانے کا ایک موقع مل رہا تھا، اس لیے میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

اس نے مجھے ایک پستول بھی دیا اور کہا: یہ صرف اسے ڈرانے کے لیے ہے۔ ہم اسی وقت وہاں پہنچ گئے۔ وہ شخص ایک زیر زمین تہہ خانے میں بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے بات کی تو اس نے ذرا اکڑ دکھائی۔ چنانچہ میں نے اسے ڈرانے کے لیے پستول نکال لیا۔ ہم میں ہاتھا پائی ہوئی۔ اسی دوران اچانک گولی چل گئی۔ وہ شخص خون میں لت پت گر پڑا، جو شخص مجھے لے کر آیا تھا، بولا: یہ کیا کر دیا تم نے میں نے تو صرف ڈرانے کے لیے کہا تھا، تم نے اسے جان سے مار ڈالا۔

اس نے مجھ سے پستول لے لیا اور کہا: جلدی یہاں سے بھاگ جاؤ پکڑے گئے تو پھانسی چڑھ جاؤ گے۔

میں وہاں سے بھاگنے لگا تو اس نے نوٹوں کی ایک گڈی مجھے تھما دی، ساتھ ہی پستول دے کر کہا: اسے کسی ویران جگہ پھینک دینا۔

میں وہاں سے نکلا تو سخت گھبرایا ہوا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ کہاں جاؤں۔ گھر گیا تو پولیس پکڑ لے گی۔ رشتے داروں کے ہاں سے بھی ڈھونڈ نکالے گی۔

پھر میں نے جنگل میں چھپنے کا فیصلہ کر لیا۔ پستول کو میں نے جھاڑیوں میں پھینک دیا۔ جنگل میں تھوڑی سی تلاش کے بعد مجھے درختوں اور جھاڑیوں میں چھپی یہ کھوہ مل گئی اور میں یہاں چھپ گیا۔ بھوک لگتی تو جنگلی پھل یا پتے کھا لیتا۔ قریب ہی ندی بہ رہی تھی، وہاں پیاس بجھا لیتا۔

★

پانچ دن اور گزر گئے۔ ان دس دنوں میں مجھے کوی انسانی شکل نظر نہ آئی تھی۔ تنہائی کاٹنے کو دوڑتی۔ جرم کا احساس الگ جان کھاتا۔ ہر وقت پکڑے جانے کا ڈر سا لگا رہتا۔ اتفاق سے ابھی کسی بڑے درندے سے میرا سامنا نہیں ہوا تھا۔

یہ خدشہ بھی ایک دن سامنے آ ہی گیا۔ میں اپنی پناہ گاہ میں بیٹھا تھا کہ ایک سیاہ چیز کو ادھر آتے دیکھا۔ یہ ایک بڑا کالا ریچھ تھا، جو میری بو سونگتا ادھیر چلا آ رہا تھا۔ میں نے اپنی حفاظت کے لیے کچھ پتھر ریچھ کی تھوتھنی پر دے مارا۔

تھوتھنی پر لگی ہوئی چوٹ اور میری خوفناک چیخ سے گھبرا کر ریچھ غراتا ہوا واپس بھاگ گیا۔

ریچھ تو بھاگ گیا، مگر مجھے دھڑکا لگ گیا کہ ریچھ کو میری موجودگی کا پتا چل گیا ہے۔ وہ اپنی چوٹ کا بدلہ لینے ضرور آئے گا۔

چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ کوئی اور ٹھکانا ڈھونڈا جائے۔

میں کھوہ سے نکلا اور کوئی دوسرا ٹھکانا ڈھونڈنے لگا۔ ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ کچھ آہٹیں سنائی دیں۔ کچھ لوگ اور آ رہے تھے۔ مجھے لگا جیسے وہ میری تلاش میں ہی آ رہے ہیں۔ میں بھاگا اور اپنی پناہ گاہ میں آ کر چھپ گیا۔ پھر آہٹیں اور آوازیں واضح ہونے لگیں۔

ایک کتے کے بھونکنے کی آواز بھی آئی۔ وہ کتے کو لے کر میری تلاش میں آئے تھے۔ پھر کسی نے کہا: وہ یہیں ہے۔ اس کے قدموں کے نشان ہیں یہاں۔ کھوجی کتا بھی جھنڈے کے پاس آ کے بھونکنے لگا۔

تم پولیس کے گھیرے میں آ چکے ہو، بالکل نکل آؤ۔

ایک آواز آئی۔

اب چھپے رہنا بے کار تھا۔ میں نہتا تھا اور ان کے گھیرے میں آ چکا تھا۔ میں رینگتا ہوا کھوہ سے باہر نکل آیا۔

آؤ آؤ۔ پولیس کی وردی پہنے ایک افسر نے نرمی سے کہا۔ کتے کے علاوہ وہ چار آدمی تھے۔ مجھے گھیرے میں لے کر وہ چل پڑے۔

میرا اسے جان سے مارنے کا ارادہ نہیں تھا۔ گولی اتفاقاً چل گئی۔ میں نے اپنی صفائی میں کہا۔

پولیس انسپکٹر نے میری طرف دیکھا اور کہا: کچھ فکر نہ کرو، اصل مجرم گرفتار ہو چکا ہے اور اس نے اقرار جرم کر لیا ہے۔

لیکن پستول تو میرے ہاتھ میں تھا۔

میں نے حیرت سے کہا۔

ایک پستول مجرم کے پاس بھی تھا۔ جب تمھاری مقتول سے ہاتھا پائی ہوئی تو اس نے پیچھے سے اسے گولی ماردی۔ اس کی مقتول سے دشمنی تھی۔ اس نے سازش کی اور تمھیں ساتھ ملایا تھا، تاکہ اپنا جرم تمھارے سر تھوپ دے۔

مگر آپ اس تک کیسے پہنچے؟ میں نے الجھ کر کہا۔

مقتول کے موبائل ڈیٹا سے مجرم کا مقتول سے موبائل پر رابطہ ہوا تھا۔ مجرم کا کہنا تھا کہ وہ بیچ بچاؤ کرا رہا تھا مگر تمھارے پھینکے

★

ہوئے پستول نے اس کا بھانڈا پھوڑ دیا، کیوں کہ جب جھاڑیوں سے ہمیں وہ پستول ملا تو اس پر دو مختلف ہاتھوں کی انگلیوں کے نشان مٹانا بھول گیا۔

جب ہم نے سختی کی تو اس نے سچ اگل دیا۔

شکر ہے خدایا۔ میں نے ایک لمبی سانس لے کر کہا۔

اس آزمائش سے تم نے کیا سیکھا؟ انسپکٹر نے پوچھا۔

یہ کہ اپنی طاقت پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے، عاجزی اختیار کرنی چاہیے اور...... اور سوچ سمجھ کر کسی پر اعتبار کرنا چاہیے۔ انسپکٹر نے بات مکمل کر دی۔

★

Turn left ahead
No left turn
No motor vehicles
Bend to left
No overtaking
Two way traffic
Road work
Turn right ahead
No right turn
Crossroads ahead
Hump
Roundabout
Give way
30
Maximum speed
No cycling
P
Parking lot
One way traffic
Falling rocks
Wild animals
Merge
STOP
Stop & give way
No parking
Bend to right
Slippery road

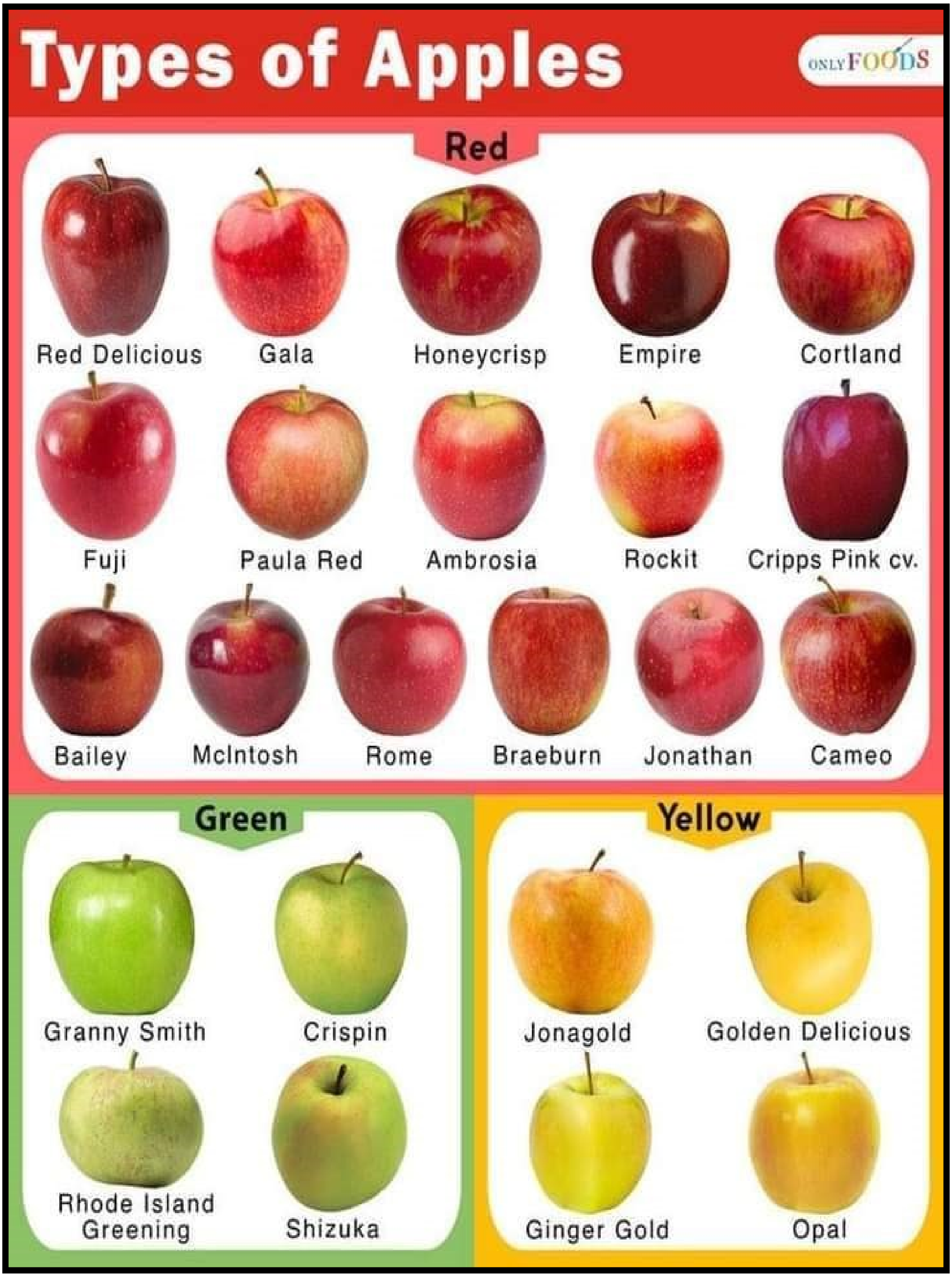
Types of Apples
ONLY FOODS
Red
Red Delicious
Gala
Honeycrisp
Empire
Cortland
Fuji
Paula Red
Ambrosia
Rockit
Cripps Pink cv.
Bailey
McIntosh
Rome
Braeburn
Jonathan
Cameo
Green
Granny Smith
Crispin
Rhode Island Greening
Shizuka
Yellow
Jonagold
Golden Delicious
Ginger Gold
Opal

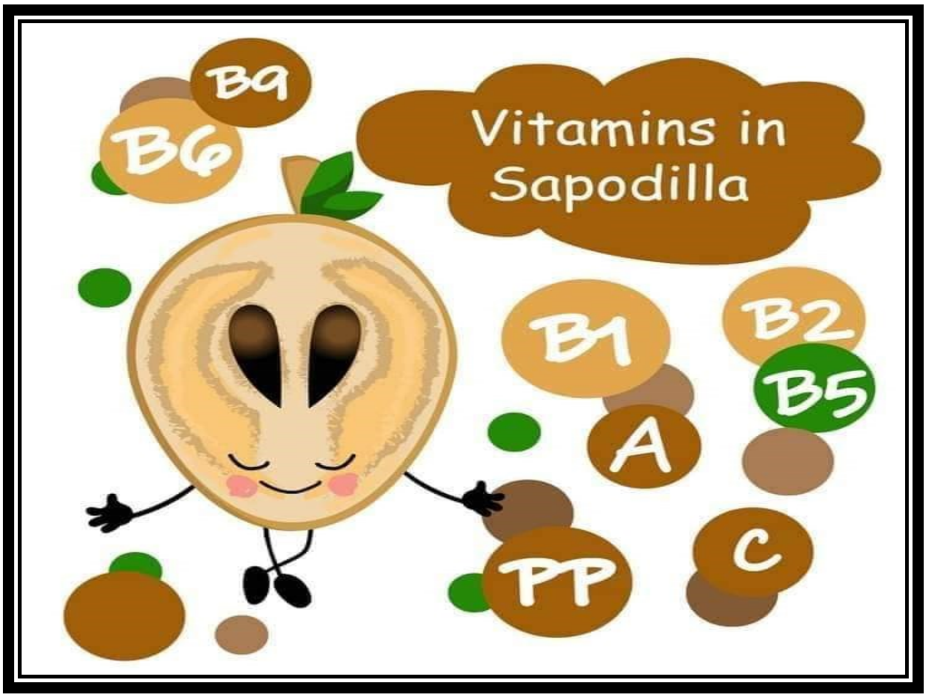
Vitamins in
Sapodilla
B9
B6
B1
B2
B5
A
C
PP

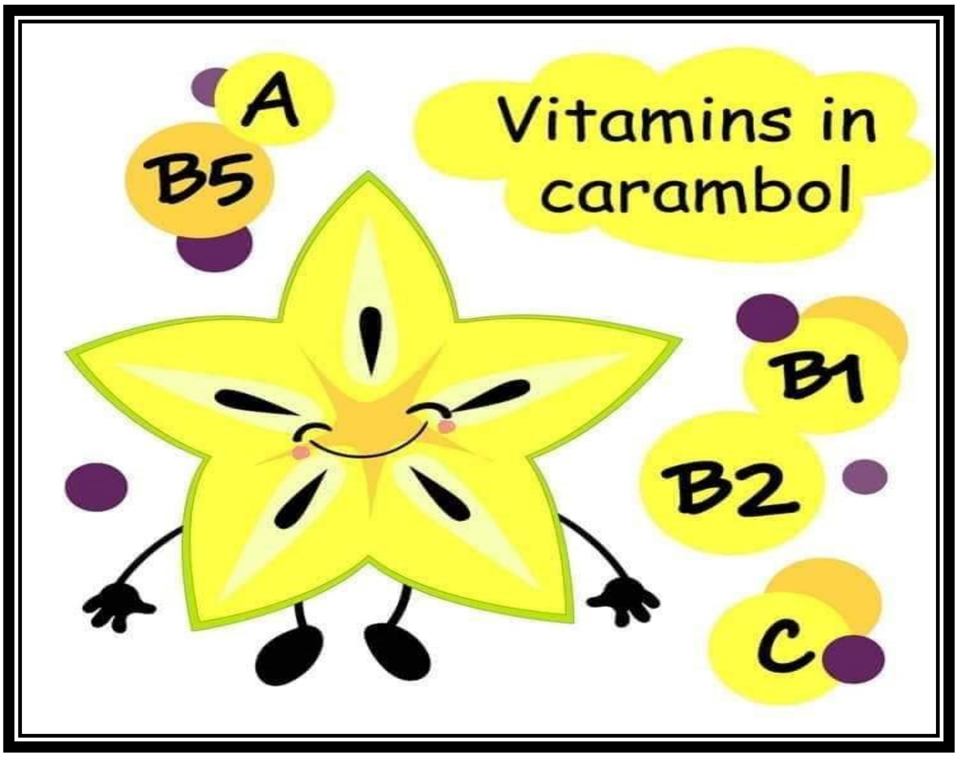
Vitamins in
carambol
A
B5
B1
B2
C

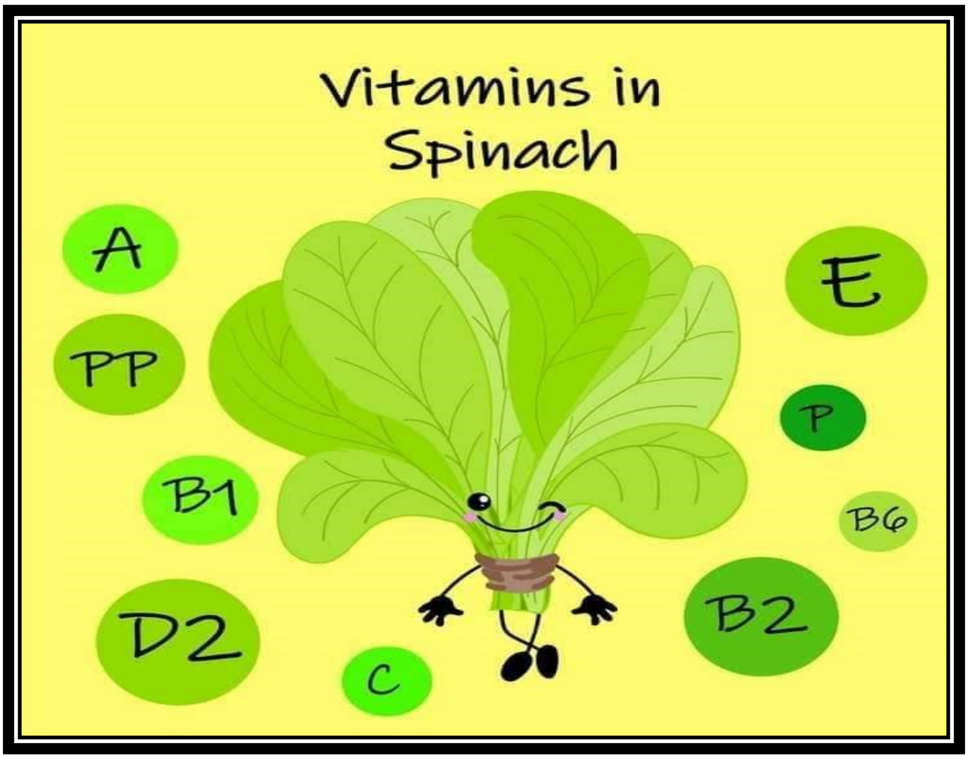
Vitamins in Spinach
A
PP
B1
D2
C
E
P
B6
B2

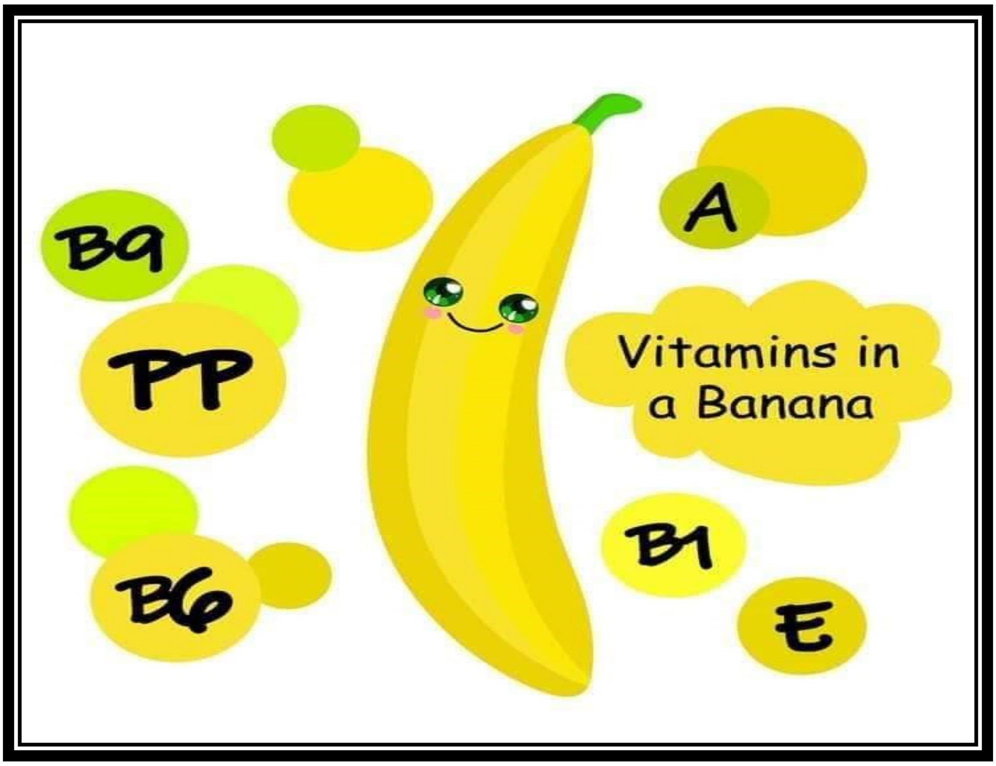
B9
PP
B6
A
Vitamins in a Banana
B1
E

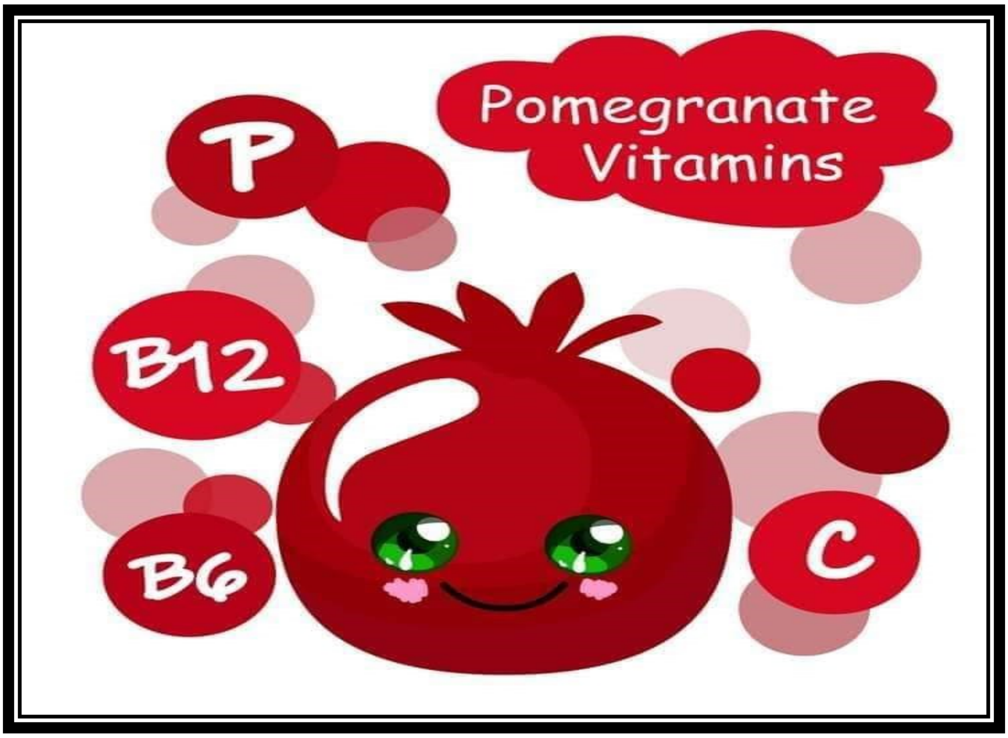
Pomegranate
Vitamins
P
B12
B6
C

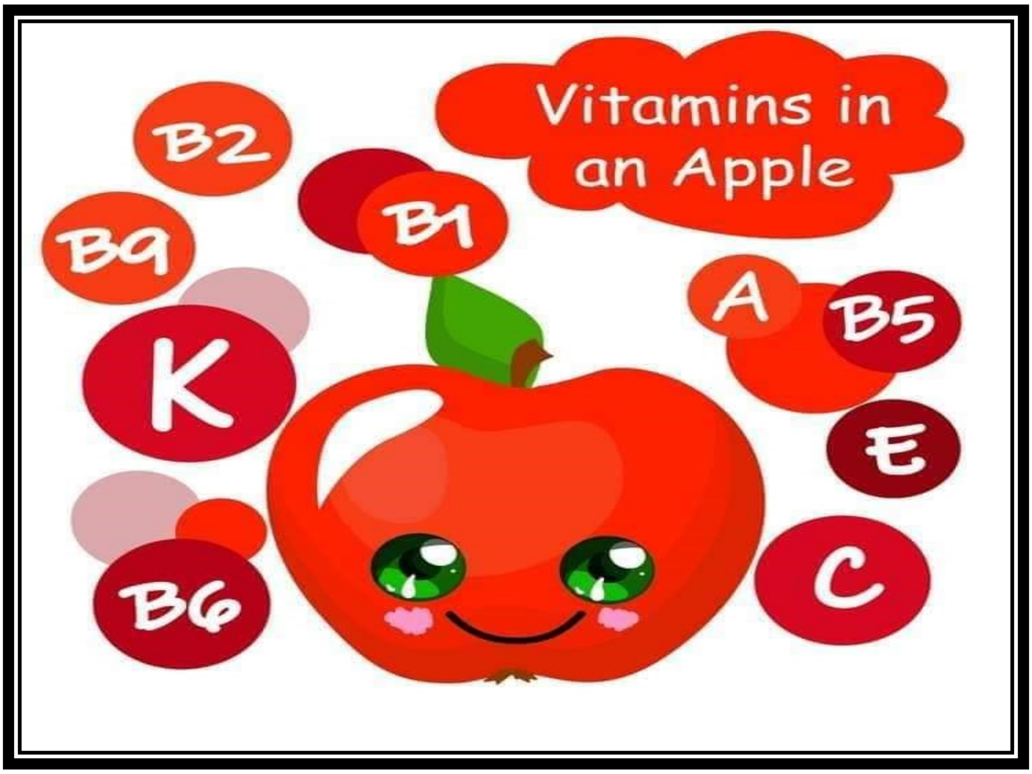
Vitamins in
an Apple
B2
B1
B9
A
B5
K
E
B6
C

# آدابِ گفتگو

قارئین کرام! زبان اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم نعمت ہے جس کے ذریعہ جہاں ہم اشیاء کے ذائقوں اور لذتوں سے آشنا ہوتے ہیں وہیں

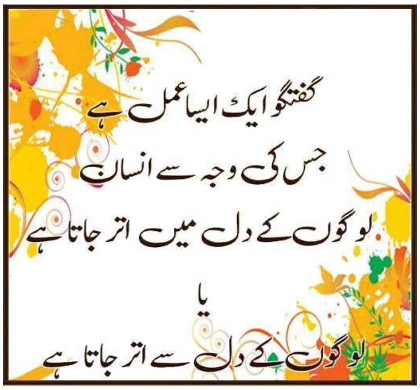


اس کے ذریعہ ہم اپنی بات کہنے اور دوسروں کے ساتھ گفتگو کرنے پر بھی قادر ہوتے ہیں۔ اگر چہ جسم اور سائز کے اعتبار سے زبان بدن کا نہایت ہی چھوٹا حصہ ہے لیکن اہمیت کے اعتبار سے اگر اسے جسم انسانی کا سب سے عظیم جزء قرار دیں تو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا چونکہ جب ہم احادیث معصومین(ع) کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں متعدد ایسی تعبیرات نظر آتی ہیں جن میں کہیں اسے "امیر" کہا گیا ہے تو کہیں اسے ایک ایسا جزء اور عضو قرار دیا گیا ہے جس کے پیچھے کسی بھی شخص کی پوری شخصیت چھپی ہوتی ہے لہٰذا آیئے کچھ ایسے آداب کا مطالعہ کرتے ہیں کہ اگر اپنی گفتگو کے دوران ان سب کی رعایت کی جائے تو ہم بہت سی احتمالی خطاؤں سے محفوظ رہ سکتے ہیں:

۱۔ جب بھی گفتگو کریں تو ہمیشہ حق بات کہیں۔

۲۔ علم و معرفت کے ساتھ زبان کھولی جائے اور کبھی بھی اس بات کو زبان پر نہ لایا جائے جس کے بارے میں ہم اچھی طرح نہ جانتے ہوں۔

۳۔ سنجیدہ گفتگو کی جائے اور فضول گفتگو سے پرہیز کیا جائے۔

۴۔ سکون و اطمئنان سے گفتگو کرنی چاہیئے، عجلت اور جلدبازی سے پرہیز کیا جائے۔

۵۔ کوشش کیجئے کہ جب ضرورت ہو تبھی گفگو کریں۔

۶۔ مختصر و مفید گفتگو کریں۔

۷۔ دوران گفتگو، کسی کی بات کو نقل کرنے میں امانت کی رعایت کریں۔

۸۔ جو امور آپ سے متعلق نہیں ہیں ان کے بارے میں گفتگو نہ کریں۔

۹۔ کبھی بھی ایسی گفتگو نہ کی جائے جو گناہ میں ملوث ہونے کا سبب بنیں، چنانچہ، جھوٹ، غیبت، تہمت، توہین، افواہ، عیب جوئی، گالی گلوچ، دل آزاری، تنز اور باعث اختلاف گفتگو سے پرہیز کیا جائے۔

۱۰۔ غصہ و غضب کی حالت میں اہم امور کے سلسلہ میں گفتگو نہ کیجئے!

۱۱۔ کبھی بھی نامناسب اور بیہودہ الفاظ اور جملات اپنی زبان پر جاری نہ کیجئے!

۱۲۔ گفتگو کرنے میں حیا و عفت کی رعایت کیجئے۔ ★

۱۳۔ مخاطب کے فہم و شعور کے پیش نظر گفتگو کرنی چاہیئے۔

۱۴۔ ہمیشہ کوشش کیجئے کہ آپ کی گفتگو دوسروں کی ترغیب و تشویق کا سبب بنے۔

۱۵۔ اپنی گفتگو کے ذریعہ اپنے مخاطب کو خوبیوں اور اچھائیوں کی تلقین کا سامان فراہم کریں۔

۱۶۔ اگر آپ کسی شخصیت کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں تو اس کی زندگی کے مثبت پہلوؤں کی جانب مخاطب کے ذہن اور توجہ کو مبذول کیجئے۔

۱۷۔ لطیفے اور ہنسنے ہنسانے کے لئے افراط سے کام نہ لیجئے۔

۱۸۔ گفتگو کرتے وقت بہتر ہے خندہ پیشانی کا مظاہرہ کیجئے۔

۱۹۔ دوسروں کے منفی پہلوؤں کا تذکرہ کرنے کے لئے اشارے وکنائے سے استفادہ کیجئے۔

۲۰۔ اگر آپ اپنے بڑوں اور بزرگوں سے گفتگو کر رہے ہوں تو اپنی آواز کو ان کی آواز پر بلند مت کیجئے۔

# آپ بیتی

ماسوائے انتہائی ضروری کام کے مسلسل کئی روز از خود آئسولیشن میں رہنے کے بعد ایک دیہاڑی دار دوست سے فون پر ان کے حالات پوچھنے کو دل چاہا۔ بد قسمتی سے یہ دوست واٹس ایپ پر آن لائن نہ تھا تو میں نے موبائل فون پر نمبر ملایا لیکن آگے سے آواز آئی آپ کا بیلنس پانچ روپے سے کم ہے لہذا ریچارج کروائیں۔

دوست کو مسڈ کال دی لیکن اس وقت ان کا جواب نہیں آیا۔ موبائل لوڈ کی غرض سے اپنے سے چھوٹے بھائی کو ساتھ لیا اور بازار کی طرف نکلنے کی تیاری پکڑی، تاکہ کچھ خریداری کے ساتھ ساتھ شہر کا جائزہ بھی لے لیں۔

بھائی بولا ڈبل سواری بند لیکن آپ تو صحافی ہیں نا، میں نے جواب دیا کیا صحافی قانون سے بالاتر ہوتے ہیں؟ تو وہ خاموش ہو گیا۔

پھر پیدل نکل پڑے۔

ہم نے تو سوچا تھا کہ روڈ سنسان ہوں گے لیکن لوگوں کی وہی رونقیں، محفلیں، آنا جانا اور تو اور موٹر سائیکل کی ڈبل سواری پر پابندی بھی جیسے ہمارے جیسے لوگوں کے لیے ہو۔ باقی سب تو ایسے بے نیاز جا رہے تھے جیسے انہیں اس پابندی کا علم ہی نہ ہو۔ البتہ پولیس زبردستی دکانیں بند کروا رہی تھی ماسوائے اشیا خورد نوش اور ادویات کے۔ اس کے علاوہ لوگوں میں ماسک بھی تقسیم کر رہی تھی۔

خیر آدھا شہر گھومنے کے بعد ایک موبائل لوڈ کی دوکان ڈھونڈلی جہاں پر ایک نوجوان خوبصورت داڑھی، سر پر ٹوپی اور ہاتھ میں قرآن مجید پکڑ کر تلاوت کر رہا تھا۔ دل میں خیال آیا ہم بد بخت گھر میں بھی تلاوت کی زحمت نہیں کرتے اور ان جیسے اللہ کے پیارے لوگ کام کے دوران بھی کوئی فارغ موقع قرب الٰہی حاصل کیے بغیر نہیں جانے دیتے۔ یہی بخشے جائیں گے اور ہم گناہ گار نہیں معلوم روز محشر ہمارا کیا بنے گا؟

خیر ان سے ایزی لوڈ کا پوچھا تو اس نے بڑی خوش اخلاقی سے 'جی ہاں' میں جواب دیا۔ انہیں لوڈ کرنے کو کہا اور نمبر بتا دیا لیکن جب انہوں نے پوچھا کتنا بیلنس بھیجنا ہے؟ تو بتایا سو روپے۔ یہ سنتے ہی جیسے یہ حافظ صاحب یکدم بدل سے گئے اور بڑے سخت انداز میں کہا پانچ سو سے کم نہیں ہو گا۔

ساتھ کھڑے چھوٹے بھائی نے کہا ایسی قوم کا کرونا کیا کرے گا جو لوگوں کی مجبوری میں بھی بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں؟ ایسے لوگوں کو پتا ہوتا ہے کہ یہ چیز ان کے سوا اور کہیں ہے نہیں اور یہی اچھا موقع ہے دگنی کمائی کا۔

★

راستے میں تھا کہ پیارے دوست محمد عرفان کی کال آگئی۔ انہوں نے بتایا آپ کی مسڈ کال سے پہلے ہی میں نے سوچ رکھا تھا کہ آج آپ کو کال کروں گا کیونکہ ٹی وی پر سنا ہے وزیر اعظم عمران خان نے دیہاڑی دار طبقہ کو تین ہزار روپے دینے کا اعلان کیا ہے۔ آپ نے میری ایک اپیل ان تک پہنچائی ہے۔

اور پھر انہوں نے بتایا کہ میٹرک پاس کرنے کے بعد گھریلوں ذمہ داریوں نے گھیر لیا تو فوج، رینجر، پولیس یہاں تک کہ ہر جگہ سرکاری نوکری کے لیے کوششیں کی لیکن سب بے سود اور اب ایک شاپ پر کام کرتا ہوں۔ والد بوڑھے ہیں، چھوٹے بہن بھائی پڑھ رہے ہیں اور وہ جہاں کام کرتے ہیں وہاں روزانہ کی بنیاد پر ڈھائی سے تین سو روپے نقد ملتے تھے۔ ان کے دوسرے بھائی بھی اسی طرح کسی شاپ پر کام کرتے اور انہیں بھی اسی طرح کا کچھ معاوضہ ملتا ہے۔

دونوں بھائی مل کر گھر چلاتے ہیں۔ ایک کے ذمہ مکان کا کرایہ، بجلی اور گیس بل تو دوسرے کے ذمہ اشیا خورد نوش اور باقی ضروریات زندگی ہیں۔ گھر کا ماہوار کرایہ چھ ہزار روپے ہے۔ بجلی، گیس بل ملا کر آٹھ سے نو ہزار روپے تک ماہوار خرچ بنتا ہے، جو ایک بھائی ادا کرتا ہے۔

محمد عرفان نے مزید بتایا کہ پہلے بھی بمشکل گزارہ ہو رہا تھا لیکن جب سے کرونا وائرس کی وجہ سے لاک ڈاون شروع ہوا تو وہ شدید پریشانی میں ہیں کیونکہ ان کی آمدنی بند ہو گئی ہے اور گھر کا راشن بھی ختم ہونے والا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ صبح کا ناشتہ بھی چھوڑ دیا ہے، اب صرف ایک وقت میں مختصر سا کھانا بناتے ہیں اور پھر اس میں بھی کوشش ہوتی ہے کہ دوسرے وقت تک کے لیے بھی یہی بچا کر رکھیں، تاکہ گھر کا خرچ جتنا کم کر سکیں اتنا ہی اچھا ہے۔

میں نے انہیں کچھ ایسے مخیر حضرات کے نمبر دیئے جو راشن تقسیم کر رہے ہیں۔ وہ مسکرائے اور مجھے بھی سمجھ آگئی کہ اب ان کی سب سے بڑی پریشانی گھر کا کرایہ ہے۔ ان کے مطابق اگر گھر کا کرایہ وقت پر ادا نہیں کیا تو مالک مکان گھر سے نکال دے گا اور پھر وہ چھوٹے بہن، بھائیوں اور بوڑھے والدین سمیت کہاں جائیں گے؟ ہاں یاد آیا وزیر اعظم عمران خان نے تو بے گھر افراد کے لیے آسان اقساط پر گھر دینے کا بھی اعلان کیا تھا لیکن جب عرفان جیسے بے گھر افراد نے یہ گھر لینے کے لیے درخواست فارم پر درج شرائط پڑھیں تو ان کا ان پر پورا اترنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو گیا۔ اس کے لیے جو ماہوار قسط رکھی گئی تھی وہ کرایہ، بل سمیت گھر کے پورے خرچ سے بھی کہیں زیادہ تھی۔ شاید ان شرائط پر تو کوئی اعلی افسر یا پھر امیر شخص ہی پورا اتر سکتا ہے۔

خیر ابھی تو اسے روزانہ کے خرچے کی فکر کھائے جا رہی تھی۔

★

# کراچی کے کچرے میں دبی ایک امید

کراچی کی سڑکوں پر پلاسٹک شاپرز ہوا کے دوش پر دیوانہ وار رقصاں ہیں۔ ہر دو قدم بعد بچوں کے استعمال شدہ ڈائپرز کا قالین سا بچھا ہے۔ ابلتے نالوں کے تعفن کے آگے پرفیوم ٹک نہیں سکتے. مگر اک امید باقی ہے

ہمارے پیارے نبی کا فرمان ہے کہ صفائی نصف ایمان ہے۔ اس حساب سے کراچی والوں کو اپنے نصف ایمان کی فکر کر ہی لینی چاہیئے۔ کچھ آنکھوں دیکھے کراچی والوں کے خاکے لکھ رہی ہوں، اگر میرے قاری کو ان میں اپنی جھلک نظر آئے تو پیشگی معذرت!

کراچی کی ایک خاتون خانہ چاک چک گھر چمکاتی ہیں۔ ان کا روز کا معمول ہے کہ جھاڑو سے جمع ہونے والی مٹی، منے کے شدید بدبودار ڈائپرز، پلاسٹک کے ٹوٹے چند کھلونے، چاول کی دیگچی کی کھرچن، بریانی کی بچی ہڈیاں، بچی ہوئی روٹی، گھر کی لڑکیوں کے بالوں کے گچھے، خالی ٹین کے چند ڈبے اور چٹخنے والے گلاس کو لیا اور پچھلی رات سوداسلف کے ساتھ آنے والے بڑے سے شاپر میں بھرا اور منے کے ابا کو دفتر جانے سے پہلے تھما دیا۔ صاحب نے کچرے کا تھیلا لیا اور چند گز دور کچرا کنڈی تک نہ گئے بلکہ روز کی طرح اک شان بے نیازی سے گلی کے عقب میں بہتے نالے کے منہ پہ رسید کیا۔ ڈبل چیک کے لیے اک نظر پھر دوڑائی کہ ہمارے کارنامے کالے پانی میں بہہ گئے کہ نہیں۔ آیا نشانہ چوکا تو نہیں۔

یہ بالکل وہی شان ہے جو اک ادا سے گٹکے کی پیک تھوکتے ہوئے انہیں محسوس ہوتی ہے جب منہ میں بھرا سرخ لعاب ہونٹوں کی اک چونچ سی بنا کر کچھ ایسی نفاست سے تھوکتے ہیں کہ اپنے کپڑوں پر اک دھبہ نہیں آتا مگر دیوار پر تجریدی آرٹ بن جاتا ہے۔ صاحب کا دل کرتا ہے کہ انہی لال ہونٹوں سے اپنا منہ چوم لیں، واہ یہ ہوتا ہے ٹیلنٹ۔

یہ مشقت تو کراچی میں مکانوں کے رہائشی اٹھاتے ہیں۔ اب آدھے سے زیادہ شہر فلیٹوں میں رہنے لگا ہے۔ فلیٹ میں رہنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہاں کہ مردوں کو نالے تک جانے کی زحمت نہیں اٹھانی پڑتی۔ ان فلیٹس کے رہائشی جب دل کرے کچرے کی تھیلی کھڑکی سے گھما کر پھینک سکتے ہیں۔ گند سے بھری یہ تھیلی کتنی دور جا کر گرتی ہے یہ اپنے اپنے زور بازو پر منحصر ہے۔ فلیٹ کی کھڑکی سے کچرا نیچے پھینکنے کا یہ فن آسان ہے اسی لیے گھر کا ہر فرد اس میں طاق ہوتا ہے۔ یہ بیچارے فلیٹوں والے بھی کراچی کے کچرے سے بڑے پریشان ہیں۔

کراچی کے بزرگ گلیوں میں ابلتے گٹر کے ناپاک پانی سے اپنے پائنچے اور اپنا وضو بچا کر چلتے ہوئے بہت بڑبڑاتے ہیں۔ یہ بزرگ کریں بھی تو کیا کریں انہی گلیوں میں جہاں گٹر کا پانی ہے یہاں تو ان کے بچوں نے اپنے قربانی کے جانور کا گوبر پھیلانے کا خواب سجایا تھا۔ جتنا زیادہ گوبر ہوگا محلے والوں کو اتنا ہی پتہ چلے گا کہ حاجی صاحب کے گھر کالا بیل آیا ہے۔ بیچ میں ہمارا بیل ہوگا اور چہار جانب بدبو کے بھبکے۔ بیچاروں کے خواب ادھورے رہ گئے ہیں کیونکہ فی الحال گٹر سے ابل کر کھڑا ہونے والا کالا پانی منہ چڑا رہا ہے۔

کراچی میں انڈسٹری کے مالکان کے گھر لاکھ جنت نظیر ہیں۔ گاڑی بھی لشکارے دار مگر ان کے کام کی جگہ یعنی انڈسٹریل ایریا تو نرا گند، کباڑ خانہ ہے۔ جس کمپنی سے وہ کروڑوں کا بزنس کرتے ہیں اس سیٹ اپ سے نکلنے

والا انڈسٹریل ویسٹ، کیمیکل ویسٹ بھلا کیا پیک کر کے اپنے گھر لے جائیں؟ سو یہی سوچ کر اسے شہر کے بڑے نالے میں بہانے کا خاص انتظام کیا جاتا ہے۔ کچھ صاحب ثروت اس فیکٹری ویسٹ کو سمندر برد کر کے اسے شہر پر اپنا احسان گردانتے ہیں۔

کراچی کے پارکوں میں جہاں ہریالی نے لہلہانا تھا وہاں کچرے کے ڈھیر ہیں، شہر کی بڑی شاہراہوں پر پلاسٹک کے شاپرز بحیرہ عرب کی ہواوں میں دیوانہ وار رقص کرتے ہوئے یہاں وہاں اڑے جا رہے ہیں۔ ہر دو قدم بعد غلیظ بدبودار استعمال شدہ ڈائپر کا قالین سا بچھا ہے۔ آپ دنیا کے بہترین پرفیوم میں نہالیں جگہ جگہ ابلتے گندے نالوں کے تعفن کا مقابلہ آپ پھر بھی نہیں کر سکتے۔ کچھ سال پہلے جن علاقوں میں بنگلے تھے اب بنگلے والوں نے پیسہ لگا کر پلازہ بنالیا ہے، جس دروازے سے پہلے ایک گھر کا کچرا نکلتا تھا اب وہاں تیس تیس گھرانے کرائے پر مقیم ہیں۔

پہلے جہاں سوفٹ چوڑا نالہ ہوا کرتا تھا اب وہاں کچے پکے گھر بنے ہیں جن کے بیچ دبی اک نالی بہہ رہی ہے۔ بندر روڈ جس کی ایک زمانے میں ہر روز دھلائی ہوتی تھی اب وہاں سے واپس آو تو اپنے ہاتھ منہ اور کپڑے دھونے پڑ جاتے ہیں۔ کراچی کے ساحل جہاں چاندی کی سی شفاف لہریں آتی جاتیں تھیں اب وہ لہریں ہمارے پاوں چھونے سے پہلے کسی چپس کے خالی پیکٹ کو چومتی ہوئی سگریٹ کی خالی ڈبی سے ٹکرا جاتی ہیں۔

یہ سب لکھ کر تو کتھارسس کر لیا اب سوال یہ ہے کہ وہ مکان میں رہنے والے صاحب، یا فلیٹ میں رہنے والی بیگم یا پھر گندگی گلی کے حاجی صاحب اور وہ انڈسٹری کے مالک کریں بھی تو کیا کریں؟ ظاہر ہے ان سب کے پاس اسامہ بن لادن والا ایبٹ آباد کمپاونڈ تو ہے نہیں کہ جہاں مکان کا کچرا گھر کے اندر دفنانے کا انتظام کریں۔ کچرا پھینکنے والی چیز ہے بالآخر پھینکنا تو پڑے گی مگر یہ حکومتیں کر کیا رہی ہیں؟

★

کراچی پر اس وقت پی ٹی آئی، پیپلز پارٹی، ایم کیو ایم اور کنٹونمنٹ کا ادارہ بیک وقت حکومت کر رہے ہیں۔ کراچی کا میونسپل ویسٹ، کمرشل ویسٹ اور میڈیکل ویسٹ ٹھکانے لگانے کے لیے ڈسٹرکٹ کونسل، کراچی کی شہری حکومت، صوبائی حکومت، وفاقی حکومت اور سندھ سالڈ ویسٹ منجمنٹ والے ذمہ دار ہیں۔ کراچی میں کچرا جمع کرنے کا معقول نظام ہو تو عوام زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتی ہے کہ یہاں وہاں اچھالنے کی بجائے اس کچرا پوائنٹ تک اپنے گھر کا کوڑا کرکٹ پھینکا جائے۔ اس سے زیادہ نہ تو عوام کی ذمہ داری ہے نہ ہی ان میں اتنی سکت کہ اپنے گھر کا کچرا سیدھے لینڈ فل سائٹ تک پہنچائیں۔

کراچی کو کچرے سے پاک اسی وقت کیا جا سکتا ہے جب کراچی پر اپنا حق جتانے والے تمام سول ادارے خواہ وہ وفاقی ہوں، صوبائی یا شہری، سب کی ایک ہی پالیسی ہو۔ ویسٹ منجمنٹ کے لیے ایک جامع سول ایجنسی بنے، اس ایجنسی کو بڑا بجٹ ملے، خاکروب سے لے کر انجینئرز تک ہزاروں ورکرز ملیں، جدید ٹیکنالوجی ملے معیاری مشینری ملے اور کراچی میں آبادی سے ذرا پرے اس کا ہیڈ کوارٹر بنایا جائے۔ کرنے والوں کا ارادہ ہو تو کچھ بھی ممکن ہے، اگر یہ سب کامیابی سے ممکن ہو جائے تو پھر اگلا مرحلہ ویسٹ ری سائیکلنگ کا ہے، یعنی کاغذ، دھات اور پلاسٹک کے کچرے کو پھر سے قابل استعمال بنانے کی جانب بڑھا جائے۔ کراچی کے کچرے کی اس بڑے پیمانے پر ری سائیکلنگ تو فی الحال دیوانے کا خواب ہے مگر کچرے کے من من بھر کے ڈھیر تلے اک ننھی سی امید دبی ہے کہ شاید اس شہر کا چہرہ پھر نکھر سکے۔ کیا پتہ پھر سے کراچی کی سڑکوں کو صبح سویرے پانی سے دھویا جائے، بارش آئے تو شہر گندے پانی کا جوہڑ بننے سے پہلے ہی خشک ہو جائے، کسے خبر کہ کب کراچی کے باغات میں اڑتی دھول بیٹھ جائے اور پھر سے پھول کھلیں۔

★

# ذریعہ تعلیم "اردو یا انگریزی"

اردو ہماری تہذیب و تمدن کی آئینہ دار ہے۔ زندہ قومیں اپنی شناخت کو برقرار رکھتی ہیں، ہماری تہذیبی شناخت کی بنیاد خدا کی حاکمیت اور وحدت نسل انسانی پر استوار ہے، یہی ہمارا صدیوں سے سرمایہ حیات ہے اور مستقبل بھی اسی چشمہ حیات سے روشن ہو گا۔ زبان اظہار و ابلاغ کے ساتھ ساتھ اپنی تمدنی روایت کی امین ہوتی ہے زبان محض زبان نہیں ہوتی بلکہ وسیع تر معنوں میں ہمارے اجتماعی رویوں اور طرز عمل کا مرقع ہوتی ہے، دنیا میں وہی قومیں بام عروج تک پہنچی ہیں جنہوں نے اپنی علمی روایت معاشرتی تجربات اور سماجی طرز عمل کو آئندہ آنے والی نسلوں تک اپنی زبان میں پہنچایا ہے۔ زبان و بیان سماجی ارتقاء کی جبریت کو احسن انداز میں جذب کرنے کا ملکہ حاصل کر لیتا ہے۔

دنیا نے نئے نئے معاشی چشمے دریافت کر لئے ہیں، اس عمل نے زندگی کے طور طریقوں کو بدل ڈالا ہے۔ انسانوں کی بود باش میں محیر العقول تبدیلی واقع ہو چکی ہے، لباس کی تراش و خروش میں بنیادی تبدیلی وقوع پذیر ہو چکی ہے۔ دور ماضی کی تحریروں میں استعمال شدہ استعارے اور تشبیہات متروک ہو چکی ہیں، ہمارے آلات حیات میں جوہری تبدیلی واقع ہو چکی ہے دیہاتی رہن سہن میں جو آلات زندگی ہمارے لئے آسانی فراہم کرتے تھے ان کی جگہ جدید مشینری نے حاصل کر لی ہے مشینری کے بے دریغ استعمال نے لوگوں کو نکما اور ناکارہ بنا دیا ہے۔ اردو ادب میں سودا اور امیر مینائی کا اسلوب قصہ پارینہ بن چکا ہے۔ بیلوں کے گلے کی گھنٹیوں کی آواز سننے کو لوگ کے کان ترس گئے ہیں۔ اقبال و فیض کا کلام آج ہماری تہذیبی روایات کا سنگ میل بن کر ہمارے لئے چشم براہ ہے۔ تہذیب و روایات ہماری رگوں میں خون بن کر موجزن ہیں اگر کوئی معاشرہ اپنے اجداد کی تہذیب و تمدن کا وارث نہیں بنتا تو وہ حرف غلط کی طرح فنا کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔ تہذیب مظاہرے روزمرہ زندگی کا جزو لاینفک بنے رہیں تو حیات مستعار ہمارے لئے جنت نظیر بن جائے۔ اردو کی حاکمیت کو تسلیم کرتے ہوئے اسے زندگی کے تمام شعبوں پر لاگو کر دیا جائے تو معاشرے میں موجود سماجی و معاشرتی بعد و تفاوت اپنی موت آپ مر جائے۔ اگر شاعری اور ادب مقامی کلچر سے رزق حاصل کرتا رہے تو پھر زبان و بیان کو مصنوعی تنفس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ تہذیبوں کے عروج و زوال کی داستانیں زمین پر بکھری پڑی ہیں ان میں اہل خرد کے لئے عبرت کی نشانیاں بھی موجود ہیں۔ تہذیبوں کے زوال و شکست و ریخت پر غور و فکر کرنے والے اس نتیجہ تک پہنچیں ہیں کہ جو زبان زندگی کا ساتھ نہ دے تو وہ زبان تہذیب کا دروازہ بند کر لیتی ہے۔ ★

امام غزالی محی الدین ابن عربی ابن خلدون ٹائین بی سپنگلر پال کینیڈی اس نتیجہ تک پہنچیں ہیں کہ اگر مروجہ زبان زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے میں خود کفیل نہ ہو سکے تو زبان اور تہذیب خود مٹ جاتے ہیں، ہر دور میں علمی میراث اور اس میں نئے زاویوں کی تلاش ہی زندگی و تہذیب کو برقرار رکھتے ہیں۔ آج انسانی تعمیر ترقی کا راز علم سے وابستہ ہے۔ زندگی کو تعمیر و ترقی کے راستے پر ڈالنے کے لئے علمی ابلاغ ضروری ہوتا ہے زبان علم کا ابلاغ کرتی ہے۔ اردو علم کی زبان بننے کے لئے مکمل صلاحیتوں سے بہرہ ور ہے ہماری بدقسمتی تھی انگریزوں کے مسلط شدہ اقتدار کے ہمیں اپنی تہذیب و تمدن اور زبان و بیان سے الگ کر دیا ہے۔

انگریزوں کی مسلط شدہ اقدار نے ہمیں اپنی تہذیب و تمدن اور زبان و بیان سے الگ کر دیا تھا، کسی دور میں عربی زبان تراجم کی بدولت اپنے دامن میں ہیرے و جواہرات سے مالامال تھی اور دنیا میں علمی زبان کے طور پر جانی پہچانی تھی اہل یونان کے فلسفے پوری دنیا عربی زبان کی وجہ سے پھیلے۔ موجودہ دور میں تحقیق و تصدیق کے معرکہ انگریزی زبان نے سر کئے ہیں لہٰذا یہ زبان بین الاقوامی زبان کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ اس طرز زندگی کے قافلے نے اس کا ساتھ دیا ہے۔ زبان کی ترقی کے دو اہم راستے ہیں ایک یہ کہ علم اس زبان میں تخلیق کیا جائے دوسرا یہ کہ علم کسی زبان میں بھی تخلیق ہو زندہ زبان جذب کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو عباسیوں کے دور یہ فریضہ عربی زبان بے ادا کیا تھا۔ اس طرح عربی زبان تہذیب و تمدن اور سائنسی معلومات کی زبان بن گئی تھی۔ عربوں کا انداز نشت و برخاست لوگوں کا فیشن بن گیا۔ دنیا ارسطو بقراط، سقراط اور دوسرے عالمی سطح کے فلسفیوں سے محض عربی زبان کے ذریعے واقف ہو سکی، جب علم و عمل کے چشمے عربوں کے ہاں ختم ہو گئے تو عربی زبان میں موجود علم کے خزانے بھی ناپید ہو گئے۔ موجودہ دور میں انگریزی نے یہ حیثیت حاصل کر لی ہے۔ آج تہذیب کی باگ سائنس کے ہاتھ میں ہے ہماری کوتاہیوں کی وجہ سے اردو زبان سائنس کی زبان نہیں بن سکی ہے سائنس سے ہم طبعی علوم مراد لیتے ہیں ہماری جہالت و لاعلمی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ہماری زبان تو سماجی علوم کی زبان بھی نہیں بن سکی ہے اس میں زبان کا قطعی طور پر کوئی قصور نہیں ہے بلکہ ہمارے علم کے بارے میں عدم دلچسپی اور ناقابل معافی کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم تاریخ میں اس کے سد باب تلاش کرنے کی کوشش کریں تو جان کر خوش ہوں گے کہ اردو 19 ویں صدی میں سائنس کی زبان بن چکی تھی۔

بر صغیر میں ایسا میڈیکل کالج قائم ہوا جس کی تدریسی زبان اردو تھی ان کی تمام کتب اردو میں پڑھائی جاتی تھیں۔ یہ سب کچھ از خود ممکن نہیں ہو سکا تھا بلکہ شبانہ روز کی محنت کی وجہ سے ہوا تھا جب انسان عزم صمیم کر لیتا ہے تو پھر دنیا کوئی طاقت سد راہ نہیں بن سکتی ہے یہ سب کچھ ترجمہ کی وجہ سے ممکن ہوا تھا علی گڑھ سے لے کر جامعہ عثمانیہ تک ایک سنہرہ دور ہے جس میں علم کو اردو میں منتقل کرنے کا دور کہا جا سکتا ہے 19,20 صدی اس لحاظ سے اہم تھی کہ اردو میں تخلیقی سطح تک اہم کام ہوا تھا خاص طور ادب اور اسلامی علوم میں۔ یہ دور غالب میر تقی میر، سودا او اقبال کا دور ہے جس میں علم و ادب کے بے شمار تخلیقی کام سر انجام دیئے گئے تھے۔ ★

زبان کی ترقی کے دو اہم راستے ہیں ایک یہ کہ علم اس زبان میں تخلیق کیا جائے دوسرا یہ کہ علم کسی زبان میں بھی تخلیق ہو زندہ زبان جزب کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو عباسیوں کے دور یہ فریضہ عربی زبان بے ادا کیا تھا۔ اس طرح عربی زبان تہذیب و تمدن اور سائنسی معلومات کی زبان بن گئی تھی۔ عربوں کا انداز نشت و برخاست لوگوں کا فیشن بن گیا۔ دنیا ارسطو ، سقراط اور دوسرے عالمی سطح کے فلسفیوں سے محض عربی زبان کے ذریعے واقف ہو سکی، جب علم و عمل کے چشمے عربوں کے ہاں ختم ہو گئے تو عربی زبان میں موجود علم کے خزانے بھی ناپید ہو گئے۔ موجودہ دور میں انگریزی نے یہ حیثیت حاصل کر لی ہے۔ آج تہذیب کی باگ سائنس کے ہاتھ میں ہے ہماری کوتاہیوں کی وجہ سے اردو زبان سائنس کی زبان نہیں بن سکی ہے سائنس سے ہم طبعی علوم مراد لیتے ہیں ہماری جہالت و لاعلمی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ہماری زبان تو سماجی علوم کی زبان بھی نہیں بن سکی ہے اس میں زبان کا قطعی طور پر کوئی قصور نہیں ہے بلکہ ہمارے علم کے بارے میں عدم دلچسپی اور ناقابل معافی کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم تاریخ میں اس کے سدباب تلاش کرنے کی کوشش کریں تو جان کر خوش ہوں گے کہ اردو 19 ویں صدی میں سائنس کی زبان بن چکی تھی۔ برصغیر میں ایسا میڈیکل کالج قائم ہوا جس کی تدریسی زبان اردو تھی ان کی تمام کتب اردو میں پڑھائی جاتی تھیں۔ یہ سب کچھ ازخود ممکن نہیں ہو سکا تھا بلکہ شبانہ روز کی محنت کی وجہ سے ہوا تھا جب انسان عزم صمیم کر لیتا ہے تو پھر دنیا کوئی طاقت سدہ راہ نہیں بن سکتی ہے یہ سب کچھ ترجمہ کی وجہ سے ممکن ہوا تھا علی گڑھ سے لے کر جامعہ عثمانیہ تک ایک سنہرہ دور ہے جس میں علم کو اردو میں منتقل کرنے کا دور کہا جا سکتا ہے 19,20 صدی اس لحاظ سے اہم تھی کہ اردو میں تخلیقی سطح تک اہم کام ہوا تھا خاص طور ادب اور اسلامی علوم میں۔ یہ دور غالب میر تقی میر، سودا او اقبال کا دور ہے جس میں علم و ادب کے بے شمار تخلیقی کام سرانجام دیئے گئے تھے۔

مولانا امین احسن اصلاحی، شبلی، مولانا ابو اعلی مودودی اور غلام احمد پرویز نے تاریخ اور تفسیر کے حوالے جو کچھ لکھا پورے عالم اسلام کی رہنمائی کے لئے کافی شافی تھا۔ ہمیں جب برصغیر میں آزادی نصیب ہوئی تو ہم اپنی تہذیب و تمدن سے ترقی اور تعمیر کے شوق میں بیگانہ ہو گئے۔ اقبالؒ نے ایک مقام پر نوحہ کہا کہ ہم سرسید اور حالی کے بھی درست وارث نہی ہو سکے ہیں۔ اردو کی سرپرستی ہماری ملی ترجیح نہ رہی اردو میں ترجمے کی روایت کو طاق نسیاں بنا دیا گیا اور اس میں ہم نیا علم تخلیق کرنے میں ناکام رہے۔ علم کے مراکز سات سمندر پار مغرب کی اخلاق باختہ یونیورسٹیاں بن گئیں۔ اردو کو اگر تابندگی بخشنی ہے تو اسے جدید علوم کے تراجم کے ذریعے منافع بخش بنایا جائے اور تمام تر صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے اقتدار و اختیار کی زبان بنایا جائے۔ ہماری قومی کوتاہیوں میں سب سے بڑی کوتاہی قائد اعظم محمد علی جناحؒ کے اردو زبان کے بارے میں کہے ہوئے الفاظ کی لاج نہ رکھنا تھی۔ قائد اعظمؒ نے فرمایا تھا کہ اردو زبان ہماری قومی زبان ہو گی لیکن انگریز کی تربیت یافتہ بیوروکریسی نے قائد اعظمؒ کے اس خواب کی تعبیر کو ناممکن بنا دیا تھا۔ اشرافیہ اور نوکر شاہی کی نئی نسل نے انگریزی زبان سے اپنا مستقبل وابستہ کر دیا ہے۔ اس سے فزوں تر ظلم یہ ہوا کہ انتظامی زبان بھی انگریزی کو اختیار کیا گیا عام ان پڑھ آدمی کو بھی نوٹس معطلی و طلبی کے انگریزی زبان

میں جاری کئے جاتے ہیں چیف جسٹس ایس اے خواجہ کے حکم کے باوجود ابھی تک عدالتی اور انتظامی زبان انگریزی چلی آرہی ہے عدالتیں فیصلے انگریزی میں لکھتی ہیں وکلاء بحث انگریزی میں کرتے ہیں مقابلے کے امتحانات انگریزی زبان میں ہوتے ہیں۔ پاکستان میں اردو کے نفاذ کے لئے بہت سی تحریکیں برپا ہیں پاکستان کے ہر شہر اور قصبے میں اردو زبان کو دفتری اور مقابلے کی زبان عملی طور پر بنانے کے لئے تنظیمیں وجود میں گئی ہیں۔ طالب علم، اساتذہ اکرام مدارس اور سکولوں کے طلباء وطالبات بھی دلچسپی کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ اب ان کوششوں کی وجہ کہیں کہیں سے اردو میں کام کرنا شروع ہوگیا ہے جب تک اردو زبان کو مقابلے کے امتحانوں کی زبان نہیں بنایا جاتا سب کچھ بیکار ہے۔ اساتذہ اور طالب علموں کی تمام تر صلاحیتیں انگریزی زبان سیکھنے پر لگ جاتی ہیں ہمارے تعلیمی اداروں میں انگریزی ایم اے بھی اردو اور پنجابی زبان میں پڑھایا جاتا ہے۔ معاشرے کی صلاحیتیں اردو سے دور ہوتی جارہی، ہمارا غلط انگریزی زبان بولنا باعث عار ہے اور غلط اردو بولنے باعث عزت ہے۔ انگریزی سکولوں نے معاشرے کے کلچر کو یکسر تبدیل کردیا ہے سیکولرازم دہریت اور اباحیت کا عام چلن انگریزی سکولوں میں موجزن ہے۔ آپ کو والدین، اساتذہ کے گستاخ طلبہ انگریزی سکولوں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ انگریزی سکولوں کے بچے اردو سے اتنے نابلد ہوتے ہیں وہ اردو بھی رومن زبان میں لکھتے ہیں اور ان کے بے حس والدین اس بات پر فخر کرتے ہیں۔ یکساں نصاب تعلیم نے سائنس اور حساب کے مضامین انگریزی زبان میں پڑھانے کے لئے مختص کئے ہیں۔ ہم ہر کام میں منافقت سے کام لینے کے عادی ہیں۔

★

# ہنسی گھر

☆ایل بی ڈبلیو کی پانچویں اپیل بھی منظور نہ ہوئی تو باؤلر کو تاؤ آگیا۔ وہ ایمپائر کی طرف پلٹا اور غصے سے بولا۔ جناب عالی! یہ تو بتایئے آپ کی چھڑی کہاں ہے؟""چھڑی؟ کیسی چھڑی، میرے پاس کوئی چھڑی نہیں۔

"ایمپائر نے حیرت سے کہا۔"کمال ہے۔"باؤلر غرایا۔"میں نے کسی اندھے کو بغیر چھڑی کے نہیں دیکھا۔"

☆یہودیوں کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ بڑے کنجوس ہوتے ہیں۔ ایک یہودی لڑکا محاذ جنگ سے واپس آیا، استقبال کے لئے آئے ہوئے اپنے باپ اور بڑے بھائی کی بڑھی ہوئی داڑھیاں دیکھ کر اسے بہت تعجب ہوا اور اس نے حیران ہو کر پوچھا"یہ آپ لوگوں نے داڑھیاں کیوں بڑھا رکھی ہیں۔

"بیٹے تمہیں یاد نہیں، بلیڈ تم اپنے ساتھ لے گئے تھے۔" باپ نے جواب دیا۔

☆ ایک بچہ حساب کا سوال حل کر رہا تھا لیکن ہر مرتبہ جواب غلط آتا اور ایک روپے کی کمی رہ جاتی، ماسٹر صاحب غصے سے بولے۔"جب تک صحیح جواب نہیں نکالو گے، چھٹی نہیں ملے گی" بچے نے دوسری مرتبہ اور کوشش کی لیکن جواب میں بدستور ایک روپے کی کمی رہی، اس نے تنگ آکر جیب میں سے ایک روپیہ نکالا اور ماسٹر صاحب کی میز پر رکھ کر بولا"یہ لیجئے ایک روپیہ اور اب مجھے چھٹی دیجئے۔"

☆ ایک لڑکا باغ میں درخت پر چڑھا آم توڑ رہا تھا کہ اتنے میں چوکیدار آگیا وہ غصے سے بولا؟ شرم نہیں آتی چوری کرتے ہوئے بتا تیرا باپ کہاں ہے۔ لڑکا نہایت معصومیت سے بولا۔ وہ دوسرے درخت پر چڑھے ہوئے ہیں؟

☆ ایک کنجوس نے ہوٹل میں کھانا کھانے کے بعد بیرے کو ٹپ نہ دی۔ بیرے نے ٹپ کا مطالبہ کیا تو کنجوس نے کہا:"ہمارے مذہب اسلام میں ٹپ دینا جائز نہیں ہے۔"بیرے نے عاجزی سے کہا:"تو جناب! اس پر جتنی زکوۃ بنتی ہے، وہی دے دیں۔

☆ایک مصور نے ایک شاہکار تخلیق کیا اور تصویر اپنے ڈاکٹر دوست کو دکھاتے ہوئے بڑے فخر سے پوچھا۔"بتاؤ تو یہ کیسی ہے؟"ڈاکٹر تصویر دیکھ کر گھبراتے ہوئے بولا۔"اوہو اس کا بچنا بہت مشکل ہے کیونکہ اسے ٹائیفڈ ہے۔"

☆ ہاسٹل طالب علم اپنے دوست سے: یار دھوکہ ہو گیا دوست: وہ کیسے؟

طالب علم: یار گھر والوں سے کتابوں کے لیے پیسے منگوائے تھے انہوں نے کتابیں ہی بھیج دیں

☆ایک کسان بینک میں آیا اور دو ہزار روپے قرض طلب کیے۔ منیجر نے پوچھا:"کیا ضمانت دو گے؟"کسان نے کہا:"میرے پاس 24 گائیں ہیں۔"کسان کو رقم مل گئی۔ کچھ مدت بعد کسان بڑی رقم لایا اور اس میں سے دو ہزار روپے گن کر منیجر کو واپس کر دیے۔ منیجر نے کہا:"آپ باقی رقم بھی ہمارے پاس جمع کرا دیں۔"کسان نے اسے گھور کر دیکھا اور بولا:"تمہارے پاس کتنی گائیں ہیں؟"

★

# بوجھو تو جانیں

☆ ہاتھ میں پکڑے اور مروڑے
جو بھی دیکھے اس کو توڑے

☆ جب بھی وہ قرآن اٹھائے
ایک بھی حرف نہ پڑھنے پائے

☆ دھرا پڑا ہے سرخ پیالا
جا کر باغ سے اسے اٹھالا

☆ نہیں انگوٹھے میں، انگلی میں ہے
ذرا غور کر کے بتائیں وہ شے

☆ دیکھ کر اس کا کمال اس کا ہنر
بادشاہوں کا بھی جھک جائے اس کا سر

☆ شوں شوں کرتی نار اک نکلی
گھر سے چلی اکیلی
اوپر جا کر آگ بکھیری
انگاروں سے کھیلی

☆ اک منا پانی میں نہائے
ساتھ ہی پانی پیتا جائے
جتنا پانی پیٹ میں ڈالے
کلی کر کے اسے اچھالے

☆ ایک کھیتی کی شان نرالی
فصل ہے سب کی دیکھی بھالی
کاٹو بے شک جتنی بار
آپ سے آپ ہو پھر تیار

## جوابات

۱:روٹی ۲:رحل ۳:گلاب کا پھول

۴:انگوٹھی ۵:چودھویں کا چاند ۶:آتش بازی

۷:فوارہ ۸:بال

# گھریلو ٹوٹکے

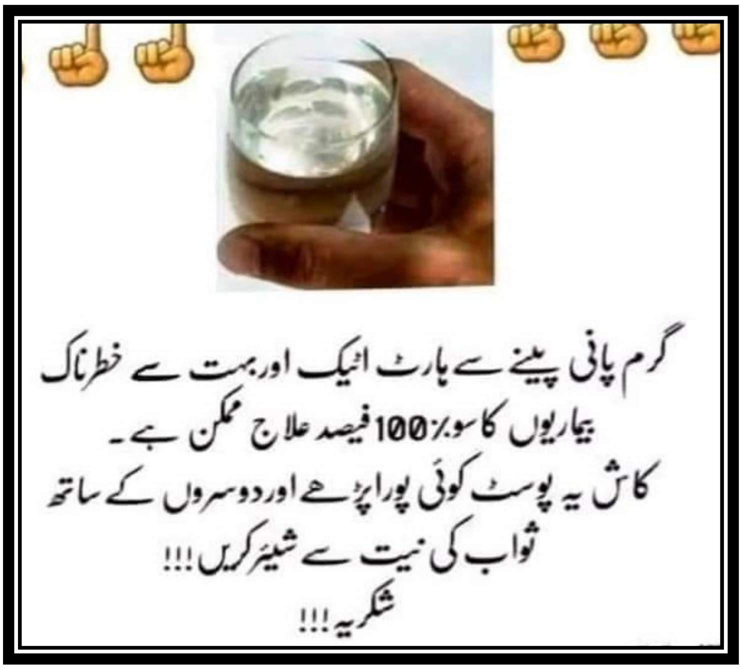

## چند ضروری معلومات

روزانہ پانچ بادام کھانے سے
کینسر سے بچا جاسکتا ہے۔

## چند ضروری معلومات

شام پانچ کے بعد بہت زیادہ
کھانے سے پرہیز کریں۔

## چند ضروری معلومات

کال سننے کیلئے موبائل ہمیشہ بائیں
کان کے ساتھ لگائیں۔

## چند ضروری معلومات

روزانہ آٹھ گھنٹے سونے سے آپ کا دن
خوشگوار گزرتا ہے۔

★

# کھانا خزانہ

dawat
دعوت
اولیوز پاستا
اجزاء:
اُبلا پاستا — 1 پیکٹ
نمک — حسبِ ذائقہ
ایکسٹرا ورجن اولیو آئل — ڈریسنگ کے لیے
کچا لہسن — 8 جوے
ہری پیاز چوپڈ — 1 کپ
زیتون (بیج نکلے) — 1 کپ
کُٹی لال مرچ — 1/4 چائے کا چمچ
تیز پتے — حسبِ ضرورت
تازہ لیموں کا رس — 2 چائے کے چمچ
تیل — 1/4 کپ
لیمن زیسٹ — 1 چائے کا چمچ
کالی مرچ — 1/2 چائے کا چمچ
ترکیب:
ایک بڑے برتن میں 1/4 کپ تیل گرم کرکے لہسن فرائی کریں۔
پھر اس میں زیتون اور کُٹی لال مرچ ڈال کر 1 منٹ پکائیں۔ پھر
اس میں پاستا، ہری پیاز، تیز پتے، لیمن زیسٹ اور لیموں کا رس
ڈال کر مکس کریں۔ اب اوپر سے نمک اور کالی مرچ چھڑکیں۔ آخر
میں پاستا کو چولہے سے اُتار کر ایکسٹرا ورجن اولیو آئل سے ڈریسنگ
کرکے سرو کریں۔


★

# نرگسی کوفتے کباب

اجزاء:

| | |
|---|---|
| گائے کا قیمہ (مشین کا پسا) | 1 کلو |
| باریک کٹی پیاز | 2 عدد |
| خشخاش | 1 کھانے کا چمچ |
| سفید زیرہ | 1 کھانے کا چمچ |
| کالی مرچ | 6 عدد |
| کالا زیرہ | 1 چائے کا چمچ |
| چھوٹی الائچی | 6 عدد |
| بھنے بادام | 6 عدد |
| انڈے | 6 عدد |
| ڈبل روٹی | 3 عدد |
| سویا سوس | 2 کھانے کے چمچے |
| کٹی ہری مرچ | 3 عدد |
| تیل | تلنے کے لیے |
| لونگ | 12 عدد |

ترکیب:

2 عدد باریک کٹی پیاز کو گولڈن براؤن کر لیں۔ اب ایک دیگچی میں مشین کا پسا آدھا کلو قیمہ تھوڑے نمک اور 2 کھانے کے چمچے کے ساتھ ڈال کر قیمے کا پانی خشک کر لیں۔ آدھا قیمہ کچا رہنے دیں۔ 6 عدد انڈوں کو سخت اُبال لیں۔ پھر کچے اور اُبلے ہوئے قیمے میں 3 عدد ڈبل روٹی کے سلائس ملا دیں۔ اس کے بعد 1 کھانے کا چمچ خشخاش، 1 کھانے کا چمچ سفید زیرہ، 6 عدد بھنے بادام، 6 عدد چھوٹی الائچی، 1 چائے کا چمچ کالا زیرہ اور 6 عدد کالی مرچ ملا کر باریک پیس لیں۔ اب اس پسے ہوئے مصالحے کو قیمے میں ملا کر چوپر میں باریک پیس لیں۔ پھر نمک، کٹی ہوئی پیاز اور 3 عدد کٹی ہری مرچ کو ملا کر اچھی طرح گوندھ لیں۔ اس کے بعد ہاتھ پر ذرا سی چکنائی لگا کر تیار قیمہ لیں۔ انڈوں کے درمیان میں 12 عدد لونگیں لگا کر قیمے میں انڈا رکھیں اور بڑا سا کوفتہ بنا لیں۔ جب سارے کوفتے تیار ہو جائیں تو انھیں فرائنگ پین میں فرائی کر لیں۔ جب گولڈن براؤن ہو جائیں تو نکال کر ٹھنڈا کریں اور درمیان سے کاٹ لیں۔ مزے دار نرگسی کوفتہ کباب تیار ہیں۔

# بیت بازی

ع موت کی رسم نہ تھی, ان کی ادا سے پہلے
زندگی درد بنائی تھی, دوا سے پہلے

ع بسانِ نقش پائے رہرواں کوئے تمنّا میں
نہیں اٹھنے کی طاقت، کیا کریں، لاچار بیٹھے ہیں

ع کب تک درد کے تحفے بانٹو، خونِ جگر سوغات کرو
"جالب ھُن گل مُک گئی اے"، ھُن جان نوں ہی خیرات کرو

ع تم نے دھرتی کے ماتھے پہ افشاں چُنی
خود اندھیری فضاؤں میں پلتے رہے

ع یارب ہے بخش دینا بندے کو کام تیرا
محروم رہ نہ جائے کل یہ غلام تیرا

ع نیند میں کوئی اپنے آپ سے باتیں کرتا رہتا ہے

کال کنویں میں گونجتی ہے، آواز کسی سودائی کی

ع مجھے کس طرح یقیں ہو کہ بدل گیا زمانہ

وہی آہ صبح گاہی، وہی گریۂ شبانہ

تب و تاب یک نفس تھا غمِ مستعارِ ہستی

غمِ عشق نے عطا کی مجھے عُمرِ جاودانہ

کوئی بات ہے ستمگر کہ میں جی رہا ہوں اب تک

تری یاد بن گئی ہے مری زیست کا بہانہ

میں ہوں اور زندگی سے گلۂ گریز پائی

کہ ابھی دراز تر ہے مرے شوق کا ترانہ

ع دنیا کی راویات سے بیگانہ نہیں ہوں

چھیڑو نہ مجھے میں کوئی دیوانہ نہیں ہوں

اس کثرتِ غم پر بھی مجھے حسرتِ غم ہے

جو بھر کے چھلک جائے وہ پیمانہ نہیں ہوں

# مسنون اذکار

## گلدستۂ وظائف

### دنیا و آخرت کی عافیت کے لیے سب سے بہترین دُعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ الْعَافِیَۃَ وَالْمُعَافَاۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ

(ترمذی: ۳۵۱۲ عن انس رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے دنیا و آخرت کی عافیت طلب کرتا ہوں۔

فضیلت: ...... ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! سب سے بہتر دعا کون سی ہے۔ آپ ﷺ نے درج بالا دعا مانگنے کی تلقین فرمائی، دوسرے دن بھی اس نے آ کر یہی سوال کیا۔ آپ ﷺ نے اسے یہی دعا بتائی، جب تیسرے دن آ کر اس نے یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے یہی دعا بتائی اور فرمایا: جب تمہیں دنیا و آخرت کی عافیت مل گئی تو تم کامیاب ہو گئے۔

### دل کو محبت الٰہی سے بھرنے کا نسخہ

لَا مَرْغُوْبِیْ اِلَّا اللّٰہ. لَا مَطْلُوْبِیْ اِلَّا اللّٰہ.

لَا مَحْبُوْبِیْ اِلَّا اللّٰہ. لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ.

جو انسان روزانہ ہر نماز کے بعد 41 بار یا دن میں تین سو (300) بار پڑھے گا ان شاء اللہ اس کے دل کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے غیر سے خالی فرما کر اسے اپنی محبت خاصہ عطا فرمائیں گے۔

نوٹ: یہ عمل مستقل کرتے رہیں جب تک کہ مقصود حاصل نہ ہو۔

(از افادات: حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب دامت برکاتہم)

قرآن و حدیث سے پریشانیوں اور مشکلات کا حل